اختلافی مسائل پر

تاریخی فتویٰ

سیف اللہ المسلول معین الحق مولانا شاہ فضل رسول قادری بدایونی قدس سرہ

ترجمہ و ترتیب

مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری

اختلافی مسائل پر

تاریخی فتوی

سیف اللہ المسلول معین الحق مولانا شاہ **فضل رسول قادری**
بدایونی

ترجمہ، ترتیب، تخریج

مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری

سلسلۂ مطبوعات (۴۴)

Tarekhi Fatwa

By : Maulana Shah Fazle Rasool Qadri Budauni

عنوان کتاب	:	اختلافی مسائل پر تاریخی فتویٰ
مصنف	:	سیف اللہ المسلول مولانا شاہ فضل رسول قادری بدایونی
ترجمہ، ترتیب، تخریج	:	مولانا اسید الحق قادری
طبع اول (فارسی)	:	مطبع مفید الخلائق دہلی، جمادی الثانی ۱۲۶۸ھ
طبع جدید	:	ستمبر ۲۰۰۹ء / رمضان ۱۴۳۰ھ
قیمت	:	

رابطے کے لیے

Madrsa Alia Qadria, Maulvi Mohalla,
Budaun-243601 (U.P.) India
Phone : 0091-9358563720

Distributor	*Publisher*
Maktaba Jam-e-Noor	**Tajul Fahool Academy**
422, Matia Mahal,	Budaun
Jama Masjid, Delhi-6	

انتساب

مصنف کے جدمحترم

حضرت مولانا شاہ عبدالحمید قادری بدایونی

(ولادت ۱۱۵۲ھ وفات ۱۲۳۳ھ)

کے نام

اسیدالحق قادری

جشن زریں

رنگ گردوں کا ذرا دیکھ تو عنابی ہے   یہ نکلتے ہوئے سورج کی افق تابی ہے

مارچ ۲۰۱۰ء میں تاجدار اہل سنت حضرت شیخ عبدالحمید محمد سالم قادری (زیب سجادہ خانقاہ قادریہ بدایوں شریف) کے عہد سجادگی کو پچاس سال مکمل ہونے جا رہے ہیں، ان پچاس برسوں میں اپنے اکابر کے مسلک پر مضبوطی سے قائم رہتے ہوئے رشد و ہدایت، اصلاح وارشاد، وابستگان کی دینی اور روحانی تربیت اور سلسلۂ قادریہ کے فروغ کے لیے آپ کی جد و جہد اور خدمات محتاج بیان نہیں، آپ کے عہد سجادگی میں خانقاہ قادریہ نے تبلیغی، اشاعتی اور تعمیری میدانوں میں نمایاں ترقی کی، مدرسہ قادریہ کی نشاۃ ثانیہ، کتب خانہ قادریہ کی جدید کاری، مدرسہ قادریہ اور خانقاہ قادریہ میں جدید عمارتوں کی تعمیر، یہ سب ایسی نمایاں خدمات ہیں جو خانقاہ قادریہ کی تاریخ کا ایک روشن اور تابناک باب ہیں۔

بعض وابستگان سلسلہ قادریہ نے خواہش ظاہر کی کہ اس موقع پر نہایت تزک واحتشام سے ''پچاس سالہ جشن'' منایا جائے، لیکن صاحبزادۂ گرامی قدر مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری (ولی عہد خانقاہ قادریہ بدایوں) نے فرمایا کہ ''اس جشن کو ہم 'جشن اشاعت' کے طور پر منائیں گے۔ اس موقع پر اکابر خانوادۂ قادریہ اور علماء مدرسہ قادریہ کی پچاس کتابیں جدید آب و تاب اور موجودہ تحقیقی واشاعتی معیار کے مطابق شائع کی جائیں گی، تاکہ یہ 'پچاس سالہ جشن' یادگار بن جائے اور آستانہ قادریہ کی اشاعتی خدمات کی تاریخ میں یہ جشن ایک سنگ میل ثابت ہو''۔ لہٰذا حضور صاحب سجادہ کی اجازت وسرپرستی اور صاحبزادۂ گرامی کی نگرانی میں تاریخ ساز اشاعتی منصوبہ ترتیب دیا گیا اور اللہ کے بھروسے پر کام کا آغاز کر دیا گیا، اس اشاعتی منصوبے کے تحت گزشتہ ۲ سال کے عرصہ میں ۲۷؍ کتابیں منظر عام پر آ چکی ہیں، اب تاج الفحول اکیڈمی مزید ۸؍ کتابیں منظر عام پر لا رہی ہے، زیر نظر کتاب اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

رب قدیر و مقتدر سے دعا ہے کہ حضرت صاحب سجادہ (آستانہ قادریہ بدایوں) کی عمر میں برکتیں عطا فرمائے، آپ کا سایہ ہم وابستگان کے سر پر تا دیر قائم رکھے۔ تاج الفحول اکیڈمی کے اس اشاعتی منصوبے کو بحسن و خوبی پایۂ تکمیل کو پہنچائے اور ہمیں خدمت دین کا مزید حوصلہ اور توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

عبدالقیوم قادری

جنرل سکریٹری تاج الفحول اکیڈمی

خادم خانقاہ قادریہ بدایوں شریف

حرفِ آغاز

تاج الفحول اکیڈمی اپنے اشاعتی منصوبے کے تیسرے مرحلہ میں سیف اللہ المسلول کا یہ تاریخی فتویٰ پیش کرتے ہوئے مسرت محسوس کر رہی ہے۔ اکابرین بدایوں کا وہ علمی سرمایہ جو گزشتہ ایک صدی سے بعض مخصوص کتب خانوں کی زینت تھا اب ایک جامع منصوبے کے تحت جامع شریعت وطریقت حضرت شیخ عبدالحمید محمد سالم قادری (زیب سجادہ خانقاہ قادریہ بدایوں) مدظلہ العالی کی فعّال قیادت، معارف پروری اور مخصوص دعاؤں کے نتیجہ میں رفتہ رفتہ جدید آب و تاب کے ساتھ منظر عام پر آرہا ہے۔ تاج الفحول اکیڈمی کا کارواں سبک خرامی کے ساتھ اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے، رب قدیر اس کے تمام منصوبوں کو بحسن وخوبی پایۂ تکمیل کو پہنچائے (آمین)۔

زیر نظر رسالہ سیف اللہ المسلول کا وہ تاریخی فتویٰ ہے جسے آپ نے ہندستان کے آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کے استفتا کے جواب میں تحریر فرمایا تھا۔ فتوے میں موجود علمی مباحث کی اہمیت اپنی جگہ مگر تاریخی حیثیت سے بھی یہ فتویٰ اس لیے اہم ہے کہ یہ ایک فرماں روا کے استفتا کے جواب میں تحریر کیا گیا اور یہ اس وقت کے اکابر اور جید علما کی تصدیق وتائید سے مزین ہے۔

آج سے ڈیڑھ سو سال پہلے کے غیر منقسم ہندستان کا تصور کریں معقول ومنقول، تصوف و روحانیت اور علم ظاہر و باطن کے ایسے ایسے اساطین نظر آئیں گے کہ رہتی دنیا تک زمانہ ان پر ناز کرے گا۔ برصغیر کے علمی مرکز فرنگی محل کا شمس فضل وکمال دائرۂ نصف النہار پر تھا، خیرآبادی درسگاہ اپنے عہد شباب میں تھی، دارالخلافت دہلی میں تو اہل فضل وکمال کی ایسی انجمن آباد تھی کہ

پھر چشم فلک نے اس کے بعد اہل علم وفن کا ایسا اجتماع کبھی نہ دیکھا۔مولانا عبدالوالی فرنگی محلی ،مفتی نعمت اللہ فرنگی محلی ،مولانا ولی اللہ فرنگی محلی اور مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی خانوادۂ فرنگی محل کی علمی وراثت کی نمائندگی کر رہے تھے،استاذ مطلق علامہ فضل حق خیر آبادی اپنے پورے علمی جاہ جلال کے ساتھ رونق افروز تھے۔مولانا حیدر علی فیض آبادی (مصنف منتہی الکلام) مفتی عنایت احمد کاکوروی اور حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی اپنے علمی فیضان سے زمانے کو سیراب کر رہے تھے، دہلی میں مفتی صدرالدین آزردہ صدرالصدور دہلی انجمن علم وادب کی شمع فروزاں تھے اور خود شاہ ولی اللہ کے پوتے شاہ مخصوص اللہ دہلوی مدرسہ رحیمیہ کی مسند درس پر جلوہ افروز تھے اور علم وفن کے دریا بہا رہے تھے۔خدانخواستہ ان اساطین علم وفن کی تنقیص یا تخفیف مقصود نہیں ہے مگر قابل توجہ بات یہ ہے کہ مختلف فیہ اور متنازع مسائل میں جب حکم شرعی معلوم کرنا ہوا تو بادشاہ وقت کی نگاہ نے کسی ایسی شخصیت کی تلاش کی ہوگی جو علم وتحقیق کی گہرائی کے ساتھ ساتھ علما اور عوام دونوں میں یکساں طور پر پایۂ اعتبار واستناد رکھتی ہوتا کہ اس کی رائے اس سلسلے میں قول فیصل قرار پائے،اس کے لیے پورے ہندستان میں طواف کرنے کے بعد بادشاہ وقت کی نگاہِ انتخاب ایک ایسی شخصیت پر جا کر ٹھہرتی ہے جو مسند درس اور بوریۂ فقر دونوں کو بیک وقت زینت بخش رہی تھی،یہ بات پورے یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ اگر بادشاہ اس ذات میں اپنے مطلوبہ تمام اوصاف نہ دیکھ لیتا تو نواب استقامت جنگ کو ہرگز آپ کی بارگاہ میں استفتا لے کر نہ بھیجتا۔اس پہلو سے اگر اس فتوے کو دیکھا جائے تو اس حقیقت کا ادراک زیادہ مشکل نہیں کہ اپنے معاصر علما میں سیف اللہ المسلول کس بلند رتبہ اور ممتاز مقام کے حامل تھے۔**ذلک فضل اللہ یوتیه من یشاء**

اس فتوے کے سلسلہ میں حضرت کے سوانح نگار مولانا ضیاء القادری اکمل التاریخ میں لکھتے ہیں:

> حضرت اقدس کی تصانیف مطبوعہ مشہورہ اور غیر مطبوعہ کے علاوہ ایک فتویٰ ہے جس کو ہندوستان کے آخری اسلامی تاجدار، خاتم السلاطین ہند

،حضرت ظل سبحانی، سلالۂ دودمان تیموریہ، خلاصۂ خاندان مغلیہ، سلطان ابن السلطان خاقان ابن خاقان ابوظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ بادشاہِ غازی جنت آشیانی نے دہلی سے بہ کمال حسنِ عقیدت آپ کی خدمت اقدس میں بھیجا تھا۔ یہ استفتا بارگاہ سلطانی سے نواب معلٰی القاب علاء الدولہ یمین الملک سید محی الدین خان بہادر استقامت جنگ خلف الصدق جناب اعظم الدولہ معین الملک محمد منیر خان بہادر بدایوں لے کر آئے۔ حضرت اقدس کی خدمت میں شاہانہ آداب کے ساتھ خریطۂ سلطانی پیش کیا آپ نے شاہی مہمان کو درویشانہ میزبانی کے ساتھ ٹھہرایا اور فوراً جواب استفتا مرتب فرمایا۔ دہلی کے تمام اکابر علماے اعلام نے تصحیح وتصدیق کی مہریں کردیں فرمان سلطانی سے یہ فتویٰ ماہ جمادی الثانی ۱۲۶۸ھ میں دارالخلافت شاہجہان آباد محلّہ زینب باڑی مطبع مفید الخلائق میں مطبوع ہوا۔ (اکمل التاریخ، ج۲/ص۱۵۳)

جیسا کہ مذکور ہوا کہ یہ فتویٰ سب سے پہلے مطبع مفید الخلائق دہلی سے ۱۲۶۸ھ میں شائع ہوا۔ مولانا ضیاء القادری کی کتاب اکمل التاریخ ۱۳۳۴ھ میں طبع ہوئی اس میں انھوں نے پورا فتویٰ نقل کر کے اس کو محفوظ کردیا۔

۱۹۷۰ء-۱۹۸۰ء کے درمیانی برسوں میں حضرت عاشق الرسول مولانا عبدالقدیر قادری بدایونی کے دامن سے وابستہ اور ان کے خاص مرید وخادم ڈاکٹر شیخ علیم الدین قادری قدیری نے اس فتوے کا اردو ترجمہ کر کے اپنے قائم کردہ ادارہ مدینۃ العلم کلکتہ سے شائع کیا اور بعد میں یہی ترجمہ ماہنامہ مظہر حق بدایوں اور پاکستان کے کچھ رسائل میں شائع ہوا۔ ڈاکٹر صاحب کا ترجمہ سلیس اور عمدہ تھا مگر اس کو اب ۳۰/۴۰ برس گزر گئے، لہٰذا بعض وجوہات کی بنیاد پر از سر نو ترجمہ کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی، راقم الحروف نے اپنی کم علمی کے باوجود فارسی کو اردو کا جامہ پہنانے کی کوشش کی ہے، ساتھ ہی یہ اہتمام بھی کیا گیا ہے کہ مصنف رسالہ نے جہاں علما کی عربی

عبارات لکھنے کے بجائے صرف فارسی ترجمہ لکھنے پر اکتفا کیا تھا، اب اصل کتابوں کی طرف رجوع کر کے ساتھ میں عربی عبارات بھی شامل کر دی گئی ہیں۔ اور حتی الامکان آیات، احادیث اور عبارتوں کی تخریج بھی کر دی گئی ہے، اب جدید آب وتاب کے ساتھ ۱۶۲ سال پرانا یہ فتویٰ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

بت سازی – یہاں ایک غلط فہمی کی وضاحت بھی ضروری ہے، جو اس فتوے کے ایک جملے کی وجہ سے بعض اذہان میں پیدا ہوگئی ہے۔ بہادر شاہ ظفر کے استفتا میں دو سوال یہ بھی تھے کہ ایک شخص کہتا ہے ''تعزیہ کو قصداً یا بلا قصد دیکھنا کفر ہے اور ہولی کو دیکھنے اور دسہرہ کو جانے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے اگر چہ بغیر ارادے کے ہو، ایسے قائل کا کیا حکم ہے''؟

سوال کو دوبارہ غور سے پڑھیں قائل یہ نہیں کہہ رہا ہے کہ تعزیہ دیکھنا اور دسہرے میں جانا حرام ہے بلکہ وہ اس کو کفر کہہ رہا ہے، اہل علم تو اہل علم ایک عام آدمی بھی حرام اور کفر کے درمیان فرق کو خوب سمجھتا ہے۔ اس فرق کو نگاہ میں رکھ کر اب حضرت کا جواب ملاحظہ کریں:

> اہل سنت و جماعت کے نزدیک ایمان و کفر تصدیق و تکذیب کا نام ہے جو دل کا فعل ہے اور زبان سے اقرار کرنا ایک زائد رکن ہے یا زبان سے اقرار کرنا دنیا میں اجرائے احکام کے لیے شرط ہے اور باطل فرقوں میں سے خوارج کے نزدیک تصدیق مع الطاعت کا نام ایمان ہے لہذا ہر گناہ کو وہ کفر بتاتے ہیں اور ہر معصیت ان کے نزدیک شرک ہے خوارج کا یہ گمراہ عقیدہ چونکہ حد شہرت کو پہنچ چکا ہے لہذا اس کی سند کی حاجت نہیں ہے۔
>
> قائل نے فقط آنکھ کے فعل یعنی دیکھنے پر کفر کا حکم لگا دیا خواہ دل کی تصدیق ہو یا نہ ہو، قائل کا یہ قول اس کے اہل سنت و جماعت کے دائرہ سے خارج ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ تعزیہ کے بارے میں یہ فرض کیا جا سکتا ہے کہ چونکہ قوم اس کی عبادت کرتی ہے اس لیے اس کے دیکھنے سے کفر لازم آئے گا، تو قائل کا یہ حکم لگانا بھی باطل ہے ورنہ اس سے تو یہ لازم

آئے گا کہ چاند سورج دیکھنا، گنگا جمنا کو دیکھنا اوراس کا پانی پینا بھی کفر ہو۔

اس کے بعد سوال میں موجود دسہرہ کے تعلق سے یہ وضاحت کرتے ہیں کہ غیر مسلموں کے تیوہاروں میں شرکت اگر تعظیماً ہو اور ان کے کفریہ اعمال میں موافقت کرے تو کفر ہوگا ورنہ کفر نہیں ہے۔اس کے لیے آپ نے طحطاوی اور عالمگیری کا حوالہ دیا ہے۔

فرماتے ہیں:

> ہاں البتہ فقہ کی کتابوں میں مشرکین کی عیدوں میں بقصد تعظیم جانے اور ان کے افعال میں موافقت کرنے کو کفر لکھا ہے، طحطاوی میں ہے کہ ’’آدمی کا مشرکین کی عید میں تعظیماً جانا کفر ہے‘‘۔ عالمگیری میں ہے کہ ’’اس شخص کی تکفیر کی جائے گی جو مجوسیوں کے جشن نیروز میں جائے ان کی ان کاموں میں موافقت کی غرض سے جو وہ اس دن کرتے ہیں اور نیروز کی تعظیم کے قصد سے کوئی ایسی چیز خریدے جو اس نے اس سے پہلے نہیں خریدی نہ کہ اس چیز کو کھانے پینے کے لیے، اسی طرح اس دن مشرکوں کو اس دن کی عظمت کی وجہ سے کوئی ہدیہ وغیرہ دینے سے بھی کفر ہو جائے گا اگر چہ تحفہ میں ایک انڈا ہی دیا ہو، مجوسی کی دعوت جو وہ اپنے لڑکے کے سر منڈانے میں کرے تو اس دعوت میں جانے والے کی تکفیر نہیں کی جائے گی‘‘۔

اس کے بعد آپ نے صحیح بخاری اور فتح الباری سے اس بات کو مزید مدلل کیا ہے۔اس ضمن میں فتاویٰ عالمگیری سے یہ جزیہ نقل کیا کہ مسلمان کو مجوسی سے اس کی آگ روشن کرنے کے عوض مزدوری لینے میں کوئی حرج نہیں۔ پھر فقہ حنفی کی مشہور و معتبر کتاب محیط سے یہ جزیہ نقل کیا کہ کسی مسلمان کا کسی ذمی کے یہاں عبادت خانہ اور کلیسہ بنانے کے لیے مزدوری کرنا جائز ہے۔اس کے بعد بتوں کی خرید و فروخت کے سلسلہ میں حافظ ابن حجر کی فتح الباری سے ایک عبارت نقل کی جس کے آخر میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ’’بت اور صلیب بنانا حرام ہے‘‘۔اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک یہ عمل کفر نہیں ہے، چونکہ استفتا میں تعزیہ دیکھنے اور دسہرے میں جانے

کوحرام نہیں بلکہ کفر کہا گیا تھا اس لیے پوری بحث کرنے کے بعد اب اس قائل کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> بہ بیند کہ ساختن بت کفر نیست و در جواز بیع آن تفصیل علی لاختلاف و مزدوری ساختن بت خانہ و برافروختن نارِ معبد مجوس جائز و دیدن تعزیہ بالقصد یا بلا قصد کفر؟
>
> دیکھنا چاہیے کہ بت بنانا کفر نہیں ہے اور بتوں کی خرید وفروخت کے جواز میں اختلاف موجود ہے ، بت خانہ بنانے کی مزدوری اور مجوسیوں کے عبادت خانے کی آگ روشن کرنا تو جائز ہو اور تعزیہ کو قصداً یا بلا قصد دیکھنا کفر ہو؟

یہ اتنی صاف شفاف بحث ہے کہ اس میں کسی ذی شعور انصاف پسند کو اشکال نہیں ہوگا اور پھر اس میں مصنف نے جو کچھ بھی کہا ہے وہ اپنی طرف سے نہیں کہا بلکہ معتبر کتب کے حوالے سے کہا ہے مگر برا ہو تعصب و تنگ نظری کا کہ بعض نام نہاد محققین نے اس پر حاشیہ آرائی کر کے کیا سے کیا بنا دیا۔

دیوبندی مکتبۂ فکر سے وابستہ معاصر قلم کار ڈاکٹر خالد محمود صاحب نے ''مطالعۂ بریلویت'' کے نام سے سات جلدوں میں ایک ضخیم کتاب لکھی ہے، اس میں موصوف نے کئی جگہ مولانا فضل رسول بدایونی اور ان کے اخلاف پر بھی کرم فرمائی کی ہے۔ ان کے ایک بے بنیاد الزام کا تنقیدی اور تحقیقی جائزہ ہم اپنی کتاب ''تذکرۂ ماجد'' میں پیش کر چکے ہیں۔ ان کی باقی مہربانیوں کا حساب بے باق کرنا ابھی ہمارے اوپر قرض ہے۔ سر دست ہم ڈاکٹر صاحب کی اس خامہ فرسائی پر کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں جس کا تعلق زیر نظر فتوے سے ہے، ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

> ہندو بت پرست تھے اور ابھی پنڈت دیانند نے آریہ سماج کی تحریک شروع نہ کی تھی اور مسلمانوں کو بتوں سے بہت نفرت تھی اور وہ کبھی بتوں اور مندروں کے قریب نہ پھٹکتے تھے، ہندو چاہتے تھے کہ کسی طرح مسلمانوں

کے ذہنوں سے بتوں کی نفرت اتاری جائے، اچانک یہ مسئلہ کھڑا کر دیا کہ بت بنانا کفر ہے یا نہیں؟ اس فتوے کے لیے دہلی کے پرانے علمی مرکز مدرسہ (رحیمیہ) کی طرف رخ نہ کیا گیا، ان علما کی تلاش کی گئی جو ان محدثین دہلی کے خلاف مسلمانوں میں تفریق پیدا کرنے کی مسند سنبھالے ہوئے تھے۔ مولانا فضل رسول بدایونی ان کے سرخیل تھے اور حضرت اسماعیل شہید کے خلاف متعدد کتابیں ''سیف الجبار'' وغیرہ لکھ چکے تھے، آپ نے فتویٰ دیا جسے مفید الخلائق پریس شاہ جہاں آباد نے ۱۲۶۸ھ میں بڑی آب و تاب سے شائع کیا: ''عبادت کے لیے بت بنانا کفر نہیں'' دیکھئے مولانا نے ہندوازم کو کس گھناؤنے انداز میں سہارا دیا، مسلمانوں کو بتوں کے نام سے نفرت تھی وہ اسے ہاتھ لگانا بھی پسند نہ کرتے تھے، چہ جائے کہ بنانا، مگر مولانا نے مسلمانوں کے ذہن سے بتوں کی نفرت کو کم کرنے کے لیے ایک عجیب فقہی سہارا لیا۔

(مطالعۂ بریلویت ج ۳/ص ۱۱۵، ۱۱۶، حافظی بک ڈپو دیوبند)

اس اقتباس میں جس طرح تاریخی حقائق کو مسخ کیا گیا ہے وہ مسلکی زعم تعصب کی ایک عبرت انگیز مثال ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے بیان سے ایسا لگ رہا ہے کہ یہ سوال ہندوؤں نے کیا تھا جب کہ یہ تاریخی حقیقت ہے کہ یہ استفتا مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کا تھا، پھر یہ کہ بت بنانے کے سلسلہ میں کوئی سوال کیا ہی نہیں گیا تھا، آپ دیکھ چکے کہ یہ بات ضمناً آ گئی ہے، اصل استفتا میں اس تعلق سے کوئی سوال نہیں ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے فتوے سے جو ایک جملہ نقل کیا ہے کہ ''عبادت کے لیے بت بنانا کفر نہیں؟'' اس میں لفظ ''عبادت کے لیے'' اپنی طرف سے بڑھا دیا ہے اصل فتوے میں اس لفظ کا وجود ہی نہیں ہے۔ یہ بات بھی دلچسپ ہے کہ ''اس فتوے کے لیے دہلی کے پرانے علمی مرکز مدرسہ کی طرف رخ نہ کیا گیا بلکہ محدثین دہلی کے مخالف علما کو تلاش کیا گیا'' تاریخ کی اس ستم ظریفی کو کیا کہا جائے کہ (بقول ڈاکٹر صاحب) ''ہندوازم کو گھناؤنے

انداز میں سہارا دینے والے' اس فتوے کی تائید وتصدیق کرنے والے علما میں آدھے سے زیادہ علما'' دہلی کے پرانے علمی مرکز مدرسہ رحیمیہ'' کے فارغ التحصیل اور'' محدثین دہلی'' کی درسگاہ کے فیض یافتہ ہیں، مثال کے طور پر (۱) مفتی صدرالدین آزردہ تلمیذ شاہ عبدالقادر محدث دہلوی وشاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (۲) مولانا حیدرعلی فیض آبادی تلمیذ شاہ رفیع الدین دہلوی و شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (۳) مولانا احمد سعید نقشبندی تلمیذ شاہ عبدالقادر محدث دہلوی و شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (۴) مولانا کریم اللہ دہلوی تلمیذ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (۵) مولانا حکیم امام الدین تلمیذ مولانا فضل حق خیرآبادی تلمیذ شاہ عبدالقادر محدث دہلوی و شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (۶) مولانا فریدالدین دہلوی تلمیذ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی وغیرہ (دیکھیے: نزہۃ الخواطر وتذکرۂ علمائے ہند از رحمان علی)

فرمان باری تعالیٰ ہے:

ولا یجر منکم شنآن قوم علی ان لا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ

کسی قوم کی دشمنی تمھیں اس حد تک نہ لے جائے کہ تم ناانصافی کرو، (بلکہ) ہمیشہ عدل کرو کہ وہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔

اس سلسلہ میں ایک اور کرم فرما ڈاکٹر ابو عدنان سہیل صاحب نے اپنی کتاب'' بریلویت طلسم، فریب یا حقیقت'' میں داد تحقیق دی ہے، پہلے انھوں نے الفاظ کی تھوڑی بہت تبدیلی کے ساتھ بلاحوالہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب کی مذکورہ عبارت نقل کی ہے، اس کے بعد فرماتے ہیں:

اس بت کدۂ ہند میں سیکڑوں سال تک شان سے حکومت کرنے والے مسلمانوں کو روزی روٹی حاصل کرنے کے بہانے بت خانے بنانے کی ترغیب دینے کا یہ فتویٰ کہ'' عبادت کے لیے بت بنانا کفر نہیں'' جہاں ان کی دینی غیرت کے لیے ایک تازیانہ ہے اور عقیدۂ توحید کے ساتھ ایک سنگین مذاق، وہاں ہندومت کی تائید وتوثیق اور اس کے احیائے نو کے لیے مولانا فضل رسول بدایونی کی فکر اور در پردہ اسلام کے خلاف ان کے

پوشیدہ عزائم کی بھی صاف نشان دہی کرتا ہے۔

(بریلویت طلسم فریب یا حقیقت، ص:۳۶۰، شیخ الہند اکیڈمی دیوبند ۱۹۹۹ء)

ڈاکٹر سہیل صاحب نے ڈاکٹر خالد محمود صاحب کی تحقیق پر اپنی طرف سے اتنا اضافہ اور کیا ہے کہ:

''اس کے لیے محدثین دہلی کے پرانے مدرسے مدرسہ رحیمیہ کی طرف رجوع کرنے کی بجائے خاندان ولی اللہ کے کٹر دشمن اور ابوالفضل فیضی کے مداح مولانا فضل رسول بدایونی کو تلاش کیا گیا اور انھوں نے ہندوازم کی تائید میں یہ فتویٰ دے ڈالا''۔

(مرجع سابق ۳۵۹)

مولانا فضل رسول بدایونی کو ابوالفضل اور فیضی کا مداح ثابت کرنے کے لیے ڈاکٹر سہیل نے یہ دلیل دی کہ:

''مولانا فضل رسول بدایونی کے بیٹے عبدالقادر بدایونی کے بارے میں یہ تاریخی شہادت ملتی ہے کہ انھوں نے اپنی دینی تعلیم آگرہ میں ابوالفضل اور فیضی کے قائم کردہ انھیں اداروں میں حاصل کی تھی، چنانچہ واحد یار خاں اپنی کتاب ''ارض تاج'' میں آگرہ کی مشہور شخصیات کے بارے میں لکھتا ہے : ابوالفضل اور فیضی اسی اجڑے دیار کے باشندے تھے، عبدالقادر بدایونی نے آگرہ ہی میں تحصیل علم کیا''۔

(مرجع سابق ص ۳۵۹)

ڈاکٹر سہیل صاحب کی اس عجوبۂ روزگار ''تاریخی شہادت'' پر کچھ عرض کرنے سے پہلے ہم ڈاکٹر سہیل صاحب اور ان کی اس کتاب کے بارے میں کتاب کے مقدمہ نگار اور دارالعلوم دیوبند کے مہتمم مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب کی رائے پر بھی ایک نظر ڈالنا چاہتے ہیں، مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب لکھتے ہیں:

یہ کتاب اس اعتبار سے اہمیت کی حامل ہے کہ یہ کسی مولوی کی تصنیف نہیں
ہے بلکہ ایک دانشور کی محنت ہے، جس نے تلاش حق میں کوہ کنی کی ہے۔
(مرجع سابق، ص:۱۴)

ہمیں افسوس ہے کہ ایک ''دانشور'' نے ''کوہ کنی'' کر کے جو تاریخی گوہر برآمد کیا ہے اس پر تاریخ کا ایک ادنیٰ طالب علم بھی تعجب کیے بنا نہیں رہ سکتا۔ یہ بات تاریخی طور پر بالکل بے بنیاد ہے کہ مولانا فضل رسول بدایونی نے اپنے صاحبزادے مولانا عبدالقادر بدایونی کو آگرہ تحصیل علم کے لیے بھیجا۔ اپنے تعلیمی مراحل کے کسی بھی دور میں مولانا عبدالقادر بدایونی کا آگرہ سے کوئی تعلق نہیں رہا، بلکہ تاریخی حقیقت یہ ہے کہ مولانا فضل رسول بدایونی نے اپنے صاحبزادے مولانا عبدالقادر بدایونی کو ''محدثین دہلی کے پرانے مدرسے مدرسہ رحیمیہ'' کے سند یافتہ، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور شاہ عبدالقادر محدث دہلوی کے خاص شاگرد استاذ مطلق مولانا فضل حق خیرآبادی کی بارگاہ میں تحصیل علم کے لیے بھیجا تھا۔ واحد یار خاں نے جن عبدالقادر بدایونی کا ذکر کیا ہے وہ مولانا فضل رسول بدایونی کے صاحبزادے نہیں بلکہ مشہور مؤرخ اور اکبر کے فتنۂ دین الٰہی کے خلاف احقاق حق کرنے والے عظیم مجاہد ملاّ عبدالقادر بدایونی ہیں، جن کی وفات کے ۲۳۲ برس بعد مولانا فضل رسول بدایونی اس دنیا میں تشریف لائے۔ ملا عبدالقادر کی پیدائش ۹۴۷ھ/ ۱۵۴۰ء اور وفات ۹۸۱ھ/ ۱۵۷۳ء میں ہوئی۔ ملا عبدالقادر کے تمام سوانح نگار یہ بات لکھتے ہیں کہ انھوں نے آگرہ میں تحصیل علم کی تھی، مگر ملا عبدالقادر بدایونی کو ابوالفضل اور فیضی کا مداح یا ان کے افکار و خیالات سے متأثر وہی شخص قرار دے سکتا ہے جو علم و تاریخ سے بالکل نابلد ہو، اگر کوئی ایسا دانشور جس نے تلاش حق میں کوہ کنی کی ہو یہ بات لکھے تو تاریخ اور علم تاریخ کی مظلومیت پر ماتم ہی کیا جا سکتا ہے۔

ملا عبدالقادر بدایونی کی مشہور زمانہ کتاب ''منتخب التواریخ'' عہد اکبری کے سلسلہ میں ایک بنیادی اور مستند ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ کس طرح ملا عبدالقادر بدایونی نے ابوالفضل اور فیضی کی حقیقت عالم آشکارا کی ہے، نیز ملا عبدالقادر وہ

مردِ مجاہد ہے جس نے برسرِ دربار بادشاہ جلال الدین اکبر کے روبرو اس کے دین الٰہی کی مذمت کر کے اس حدیث پاک کا عملی نمونہ پیش کر دیا کہ ''ظالم بادشاہ کے روبرو کلمہ حق کہنا سب سے بڑا جہاد ہے''، مگر یہ سب تاریخی حقائق اہل علم وانصاف کے لیے ہیں اگر کوئی دانشور قسم کھالے کہ میں تمام تاریخی تحقیقات سے منھ موڑ کر خود ہی تلاش حق میں کوہ کنی کروں گا تو اس کے لیے سوائے دعاے صحت کے اور کچھ نہیں کیا جا سکتا۔

اس کتاب میں ڈاکٹر سہیل صاحب نے مولانا فضل رسول بدایونی کی کتاب البوارق المحمدیہ اور تصحیح المسائل کے دو حوالے دیے ہیں، ان میں بھی صورت حال زیادہ مختلف نہیں ہے، ان دونوں عبارتوں کی وضاحت اور ڈاکٹر صاحب کی تحقیق پر تنقید وتبصرہ ہم کسی اور وقت کے لیے اٹھا رکھتے ہیں۔

رب قدیر ومقتدر ہمیں ہر حال میں حق بولنے، حق سمجھنے اور حق بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

۱۶ر رمضان المبارک ۱۴۳۰ھ	اسید الحق قادری
۷ر ستمبر ۲۰۰۹ء	مدرسہ قادریہ بدایوں

تعارف مصنف

از: علامہ عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ

لاہور پاکستان

آپ معقول ومنقول کے جامع اور شریعت وطریقت کے شیخ کامل تھے۔ عمر عزیز کا بہت بڑا حصہ خلق خدا کے جسمانی و روحانی امراض کے علاج میں صرف کیا۔ ان گنت افراد آپ سے فیضیاب ہوئے، اس کے علاوہ تحریر وتقریر کے ذریعے مسلک اہل سنت و جماعت کے تحفظ کے لیے قابل قدر کوششیں کیں۔

اس دور میں کچھ لوگ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی ''کتاب التوحید'' سے بری طرح متاثر ہو گئے اور شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدست اسرارہم کے مسلک سے منحرف ہوکر فتنۂ نجدیت کو پھیلانے میں بڑے زور وشور سے مصروف ہو گئے۔ اس فتنے کے سدباب کے لیے علمائے اہل سنت نے اپنی اپنی جگہ قابل قدر کوششیں کیں، جن میں استاذ مطلق مولانا محمد فضل حق خیرآبادی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے بھتیجے اور شاہ رفیع الدین محدث دہلوی کے صاحبزادے مولانا شاہ مخصوص اللہ دہلوی، مولانا محمد موسیٰ دہلوی، مولانا منورالدین دہلوی (مولانا ابوالکلام آزاد کے والد کے نانا) اور معین الحق شاہ فضل رسول القادری وغیرہم نے نمایاں طور پر احقاق حق کا فریضہ ادا کیا۔ بے شمار سادہ لوح

مکتبہ رضویہ لاہور نے ۱۹۷۲ء میں سیف الجبار شائع کی تھی، علامہ شرف صاحب نے یہ تعارف بطور مقدمہ اس کے لیے تحریر فرمایا تھا۔ تعارف بہت جامع ہے، اس لیے نیا تعارفی مضمون لکھنے کے بجائے میں نے اسی کو شامل کرنا زیادہ مناسب سمجھا۔ (اسیدالحق)

مسلمانوں کے ایمان کا تحفظ فرمایا اور لاتعداد افراد کو راہ راست دکھائی۔ مولوی محمد رضی الدین بدایونی لکھتے ہیں:

> ''بالخصوص ہنگام اقامت ملک دکن میں وہابیہ و شیعہ بکثرت آپ کے دست مبارک پر تائب ہو کر شرف بیعت سے مشرف ہوئے اور نیز جماعت کثیر مشرکین کو آپ کی ہدایت و برکت سے شرف اسلام حاصل ہوا تمام مشائخ کرام و علمائے عظام بلاد اسلام کے آپ کو آپ کے عصر میں شریعت و طریقت کا امام مانتے ہیں''۔(۱)

آپ کا سلسلۂ نسب والد ماجد کی طرف سے جامع القرآن حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک اور والدہ ماجدہ کی طرف سے رئیس المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما تک پہنچتا ہے۔ آپ کے والد ماجد مولانا شاہ عین الحق عبدالمجید قدس سرہ العزیز (م: ۱۲۶۳ھ) کے ہاں متواتر صاحبزادیاں پیدا ہوئیں، لہٰذا آپ کی والدہ ماجدہ بہ کمال اصرار کہا کرتی تھیں کہ ''مرشد برحق شاہ آل احمد اچھے میاں مارہروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بارگاہ میں نرینہ اولاد کی دعاء کے لیے گزارش کریں''، لیکن شاہ عین الحق پاس ادب کی بنا پر ذکر نہ کرتے۔ جب حضرت شاہ فضل رسول کی ولادت کا زمانہ قریب آیا تو حضرت شاہ آل احمد اچھے میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خود فرزند کے پیدا ہونے کی بشارت دی۔(۲)

چنانچہ ماہ صفر المظفر ۱۲۱۳ھ/ ۹۹-۱۷۹۸ء میں آپ کی ولادت ہوئی۔(۳) حضرت اچھے میاں کے ارشاد کے مطابق آپ کا نام فضل رسول رکھا گیا اور تاریخی نام ظہور محمدی منتخب ہوا۔(۴)

صرف و نحو کی ابتدائی تعلیم جد امجد مولانا عبدالحمید سے اور کچھ والد ماجد مولانا شاہ عبدالمجید سے حاصل کی۔ بارہ برس کی عمر میں مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے پاپیادہ لکھنؤ کا سفر کیا اور فرنگی

۱۔ محمد رضی الدین بدایونی، تذکرۃ الواصلین، حصہ اول، مطبوعہ نظامی پریس بدایوں ۱۹۴۵ء/ص: ۲۵۵

۲۔ ایضاً: ص: ۲۵۰

۳۔ رحمٰن علی، تذکرہ علماء ہند: (اردو) مطبوعہ کراچی، ص: ۲۸۰

۴۔ محمد رضی الدین بدایونی، تذکرۃ الواصلین، ص: ۲۵۰ (نوٹ) تذکرہ علماء ہند مطبوعہ کراچی میں تاریخی نام ظہور محمد غلط لکھا ہے کیونکہ اس کے مطابق سن ولادت ۱۲۰۳ھ ہونا چاہیے، تاریخی نام ظہور محمدی ۱۲۱۳ھ ہے۔

محل لکھنؤ میں ملک العلماء بحر العلوم قدس سرہ کے جلیل القدر شاگرد مولانا نور الحق قدّس سرہ (م:۱۲۳۸ھ/۱۸۲۲ء) کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مولانا نے خاندانی عزت وعظمت اور ذہانت کے پیش نظر اپنی اولاد سے زیادہ توجہ مبذول فرمائی، حتیٰ کہ آپ چار سال میں تمام علوم و فنون سے فارغ ہو گئے۔(۵)

جمادی الاخریٰ ۱۲۲۸ھ کو حضرت مخدوم شاہ عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار کے سامنے عرس کے موقع پر مولانا عبدالواسع لکھنوی، مولانا ظہور اللہ فرنگی محلی اور دیگر اجلۂ علما کی موجودگی میں رسم دستار بندی ادا کی اور وطن جانے کی اجازت دی۔(۶) وطن آکر مارہرہ شریف حاضر ہوئے۔ حضور اچھے میاں آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور دعائیں دے کر فرمایا: ''اب فن طب کی تکمیل کر لینی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہاری ذات سے ہر طرح کا دینی و دنیاوی فیض جاری کرنا منظور ہے''۔ چنانچہ آپ نے دھولپور میں حکیم ببر علی موہانی سے طب کی تکمیل کی۔

ابھی آپ دھول پور ہی تھے کہ حضور اچھے میاں قدس سرہ کے انتقال پر ملال کا سانحہ پیش آ گیا۔ وصال سے قبل تنہائی میں شاہ عین الحق عبدالمجید قدس سرہ کو طلب فرما کر طرح طرح کی بشارتوں سے نوازا اور شاہ فضل رسول قادری کے دست شفا کی مبارک باد دی(۷)۔

والد ماجد کے بلانے پر دھول پور سے واپس وطن پہنچے اور مدرسہ قادریہ کی بنیاد رکھی، جہاں سے اہل شہر کے علاوہ دیگر بلاد کے لوگوں نے بھی فیض حاصل کیا، پھر صلۂ رحمی کے خیال سے ملازمت کا ارادہ کیا۔ ریاست بنارس وغیرہ میں قیام کیا، لیکن درس و تدریس کا سلسلہ کہیں منقطع نہ ہوا۔

اس عرصے میں کئی بار والد ماجد کی خدمت میں بیعت کی درخواست کی، ہر دفعہ معاملہ دوسرے وقت پر ٹال دیا جاتا۔ بالآخر معلوم ہوا کہ مقصد یہ ہے کہ جب تک دنیاوی تعلق ختم نہیں کیا جاتا، حصول مقصد میں تاخیر رہے گی، چنانچہ تعلقات دنیاویہ ختم کر کے حاضر ہوئے اور حصول مدعا

۵۔ محمد رضی الدین بدایونی، تذکرۃ الواصلین، ص:۲۵۱

۶۔ ماہنامہ پاسبان، الہ آباد امام احمد رضا نمبر (مارچ واپریل ۱۹۶۲ء، ص:۴۸)

۷۔ محمد رضی الدین بدایونی، تذکرۃ الواصلین، ص:۲۵۱

کی درخواست کی والد ماجد نے قبول فرما کر ''فصوص الحکم شریف'' اور ''مثنوی مولانا روم'' کا بالاستیعاب درس دیا۔ کچھ عرصہ بعد آپ پر جذب کی کیفیت طاری ہوگئی۔ اکثر اوقات ہولناک جنگلوں میں گزارتے کئی سال تک یہ حالت رہی پھر جا کر سلوک کی طرف رجوع ہوا(۸)۔

آپ کو والد گرامی کی طرف سے سلسلۂ عالیہ قادریہ کے علاوہ سلسلۂ چشتیہ، نقشبندیہ، ابوالعلائیہ اور سلسلۂ سہروردیہ میں اجازت وخلافت حاصل کی تھی۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار اقدس پر معتکف تھے کہ اچانک مدینہ طیبہ کی زیارت کا شوق ایسا غالب ہوا کہ سفر کے خرچ کی فکر کیے بغیر پیادہ پا بمبئی روانہ ہوگئے۔ دو ماہ کا سفر تائید ایزدی سے اس قدر جلد طے ہوا کہ آپ ساتویں دن بمبئی پہنچ گئے حالانکہ زخموں کی وجہ سے کچھ وقت راستے میں قیام بھی کرنا پڑا۔

بمبئی سے سفر مبارک کی اجازت حاصل کرنے کے لیے والد ماجد کی خدمت میں عریضہ لکھا انھوں نے بہ کمال خوشی اجازت مرحمت فرمائی۔ حرمین شریفین پہنچنے کے بعد عبادت وریاضت کے شوق کو اور جلا ملی۔ شب و روز یاد الٰہی میں بسر کیے اور خلق خدا کی خدمت کے لیے پوری طرح کمر بستہ رہے۔

مولوی رضی الدین بدایونی لکھتے ہیں:

> ''جو کچھ ریاضتیں آپ نے ان اماکن متبرکہ میں ادا فرمائیں بجز قدما اولیاء کرام کے دوسرے سے مسموع نہ ہوئیں۔ حرمین شریفین کی راہ میں پیادہ پا سفر فرمایا اور یتیموں مسکینوں کے آرام پہنچانے میں اپنے اوپر ہر قسم کی تکلیف گوارا کی''(۹)۔

اسی مبارک سفر میں حضرت شیخ مکہ عبداللہ سراج اور حضرت شیخ مدینہ عابد مدنی سے علم تفسیر و حدیث میں استفادہ کیا، اسی سال کامل جذب و ارادت سے بغداد شریف حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضہ مبارکہ پر حاضر ہوئے اور بے شمار فیوض و برکات حاصل کیے۔

۸۔ محمد رضی الدین بدایونی، تذکرۃ الواصلین، ص:۲۵۲

۹۔ محمد رضی الدین بدایونی، تذکرۃ الواصلین، ص:۲۵۳

درگاہ غوثیہ کے سجادہ نشین نقیب الاشراف حضرت سید علی گیلانی نے آپ کو از خود اجازت و خلافت مرحمت فرمائی (۱۰) اور ان کے بڑے صاحبزادے حضرت سید سلمان نے آپ کے تلمذ کا شرف حاصل کیا اور اجازت حاصل کی (۱۱)۔

جب آپ واپس وطن پہنچے تو والد ماجد ۸۰ سال کی عمر میں حرمین شریفین کی زیارت کا قصد فرما کر بمقام بڑودہ پہنچ چکے تھے، حاضر ہو کر گزارش کی کہ اس عمر میں آپ نے اس قدر طویل سفر کا ارادہ فرمایا ہے۔ لہٰذا میں مفارقت گوارا نہیں کر سکتا۔ وہیں سے والدہ ماجدہ کی خدمت میں عریضہ لکھ کر اجازت طلب کی اور والد ماجد کے ساتھ پھر سوئے حرمین شریفین روانہ ہو گئے اس سفر میں عبادات و ریاضات کے علاوہ والد مکرم کی خدمت کا حق ادا کر دیا اور ان کی دعاؤں سے پوری طرح بہرہ ور ہوئے۔ (۱۲)

مولانا کی ذات والا صفات مرجع انام تھی ان کے پاس کوئی علاج معالجے کے لیے آتا اور کوئی مسائل شریعت دریافت کرنے حاضر ہوتا، کوئی ظاہری علوم کی گھتیاں سلجھانے کے لیے شرف باریابی حاصل کرتا تو کوئی باطنی علوم کے عقدے حل کرانے کی غرض سے دامن عقیدت وا کرتا۔ غرض وہ علم و فضل کے نیر اعظم اور شریعت و طریقت کے سنگم تھے، جہاں سے علم و عرفان کے چشمے پھوٹتے تھے، وہ ایک شمع انجمن تھے جن سے ہر شخص اپنے ظرف اور ضرورت کے مطابق کسب ضیا کرتا تھا۔

ذیل میں وہ استفتاء نقل کیا جاتا ہے جو ہند کے آخری تاجدار بہادر شاہ ظفر کے دربار سے بعض اختلافی مسائل کی تحقیق کے لیے مولانا شاہ فضل رسول قادری کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا، اصل استفتا، طویل اور فارسی میں ہے، لہٰذا اختصار کے ساتھ اس کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے:

۱۰۔ رحمٰن علی، تذکرہ علمائے ہند: مطبوعہ کراچی، ص: ۳۸۰

۱۱۔ محمد رضی الدین بدایونی، تذکرۃ الواصلین، ص: ۲۵۳

۱۲۔ ایضاً

استفتاء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس شخص کے متعلق جو یہ کہتا ہے کہ دن متعین کر کے محفل میلا د شریف منعقد کرنا گناہ کبیرہ ہے اور محفل مولود شریف میں قیام کرنا شرک ہے اور فاتحہ کرنا طعام وشیرینی پر حرام ہے اور اولیاء اللہ سے مراد چاہنا شرک ہے اور حسب قدیم ختم میں پانچ آیتوں کا پڑھنا بدعت سیۂ ہے اور حضرت نبی کریم ﷺ کے قدم مبارک کا معجزہ حق نہیں ہے اور کہتا ہے کہ تعزیہ کا بالقصد یا بلا قصد دیکھنا کفر ہے اور ہولی دیکھنا اور دسہرے میں سیر کرنا اگرچہ بلا ارادہ ہو تو وہ کافر ہو جائے گا اور اس کی عورت پر طلاق ہو جائے گی اور کعبہ شریف و مدینہ منورہ کے خطہ میں کوئی بزرگی نہیں ہے اس وجہ سے کہ اس زمین میں ظلم ہوا ہے اور سننے میں آیا ہے کہ وہاں کے باشندگان ظالم ہیں۔ مدینہ منورہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کیا اور مکہ معظّمہ میں عبداللہ بن زبیر کو قتل کیا اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکہ سے باہر کیا۔

پس ایسی صورت میں ان لوگوں کی اقتدا اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا مسلمانوں کو ان سے بیعت ہونا درست ہے یا نہیں؟ اور شرع شریف کا ایسے لوگوں پر کیا حکم ہے؟ و نیز ان کے متبعین پر کیا حکم ہے؟ فقط۔

نقل مہر حضرت ظل سبحانی خلیفۃ الرحمانی بادشاہ دیں پناہ وفقہ اللہ لما یحبہ ویرضاہ۔

محمد بہادر شاہ، بادشاہ غازی، ابوظفر سراج الدین

حضرت سیف اللہ المسلول مولانا شاہ فضل رسول قادری نے پندرہ صفحات میں تفصیل سے جواب لکھا اور مسلک اہل سنت و جماعت کو دلائل سے بیان کیا اس فتویٰ پر اجلۂ علما نے تصدیقی دستخط فرمائے۔

آپ نے خدمت خلق، عبادت و ریاضت، درس و تدریس، وعظ و تبلیغ کے مشاغل کے باوجود تصنیف و تالیف کی طرف بھی توجہ فرمائی۔ سفر و حضر میں آپ کا دریائے فیض کمال کے استحضار

کے ساتھ جاری رہتا۔ آپ نے اعتقادیات، درسیات، طب اور فقہ وتصوف میں قابل قدر کتابیں لکھی ہیں۔ مشہور تصانیف درج ذیل ہیں:

۱۔ سیف الجبار

۲۔ بوارق محمدیہ

۳۔ تصحیح المسائل

۴۔ **المعتقد المنتقد**

۵۔ فوز المؤمنین

۶۔ تلخیص الحق

۷۔ احقاق الحق

۸۔ شرح فصوص الحکم

۹۔ رسالۂ طریقت

۱۰۔ حاشیہ میر زاہد بر رسالہ قطبیہ

۱۱۔ حاشیہ میر زاہد ملا جلال

۱۲۔ طب الغریب

۱۳۔ تثبیت القدمین

۱۴۔ شرح احادیث ملتقطۃ ابواب صحیح مسلم

۱۵۔ فصل الخطاب

۱۶۔ حرز معظم

چند کتب کا قدرے تفصیلی تعارف -

۱. **المعتقد المنتقد** – (عربی) عقائد اہل سنت پر نہایت اہم کتاب ہے اس میں بعض نئے اٹھنے والے فتنوں کی بھی سرکوبی کی گئی ہے۔ مکہ معظّمہ میں ایک بزرگ کی فرمائش پر لکھی اس پر بڑے بڑے نامور علما مثلاً مجاہد آزادی استاذ مطلق مولانا محمد فضل حق خیر آبادی، مفتی محمد

صدر الدین خاں آزردہ صدر الصدور دہلی، شیخ المشائخ مولانا شاہ احمد سعید نقشبندی اور مولانا حیدر علی فیض آبادی مؤلف منتہی الکلام وغیرہم نے گراں قدر تقریظیں لکھیں اور نہایت پسندیدگی کا اظہار کیا۔

مولانا حکیم محمد سراج الحق خلف الرشید مجاہد عظیم مولانا فیض احمد بدایونی نے اس پر حاشیہ لکھا اور جب یہ کتاب پٹنہ سے شائع ہوئی تو اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری بریلوی نے "**المعتمد المستند بناء نجاة الابد**" کے نام سے قلم برداشتہ نہایت وقیع حاشیہ تحریر کیا۔ **المعتقد المنتقد** اس لائق ہے کہ اسے درسیات میں شامل کیا جائے۔

۲۔ بوارق محمدیہ المعروف بہ سوط الرحمٰن علی قرن الشیطان (فارسی) - مولوی محمد رضی الدین اس کی تصنیف کا باعث یوں بیان کرتے ہیں:

"بالخصوص رد وہابیہ میں جس قدر بلیغ کوشش بحکم اولیا کرام آپ نے فرمائی وہ مخفی نہیں ہے، چنانچہ جب آپ بمقام دہلی حضرت خواجۂ خواجگاں خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر مراقب تھے، عین مراقبہ میں آپ نے دیکھا کہ حضور جناب خواجہ صاحب رونق افروز ہیں اور دونوں دست مبارک پر اس قدر کتابوں کا انبار ہے کہ آسمان کی طرف حد نظر تک کتاب پر کتاب نظر آتی ہے، آپ نے عرض کیا کہ اس قدر تکلیف حضور نے کس لیے گوارا فرمائی ہے۔ ارشاد ہوا کہ تم یہ بار اپنے ذمہ لے کر شیاطین وہابیہ کا قلع قمع کرو۔ بہ مجرد اس ارشاد مبارک کے آپ نے مراقبہ سے سر اٹھایا اور تعمیل ارشاد والا ضروری خیال فرما کر اسی ہفتہ میں کتاب مستطاب بوارق محمدیہ تالیف فرمائی"۔ (۱۳)

اس کتاب کو علما و مشائخ نے نہایت قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ مولانا غلام قادر بھیروی (۱۳۲۶ھ) نے "الشوارق الصمدیہ" کے نام سے خلاصہ و ترجمہ کیا جو عرصہ ہوا شائع ہو

۱۳۔ محمد رضی الدین بدایونی تذکرۃ الواصلین، ص: ۲۵۴

چکا ہے، اس کی وقعت اور مقبولیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت شیخ الاسلام والمسلمین سیدنا پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی (م ۱۳۵۶ھ) نے بھی اسے بطور حوالہ ذکر کیا ہے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں:

''صاحب بوارق محمدیہ صفحہ ۱۳۱ پر لکھتے ہیں'' (۱۴)

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

''در بوارق می نویسد امام احمد وغیرہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ھم آن حدیث روایت کردہ اند''۔(۱۵)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

''این جا بر ذکر چند از انفاس متبرکہ حضرت خاتم المحدثین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ نقل نمودہ است آنہا را مولانا فضل رسول قادری حنفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکتفا نمودہ می آید''۔(۱۶)

حضور اعلیٰ گولڑوی قدس سرہٗ نے جا بجا بوارق محمدیہ کے حوالہ جات نقل کر کے اور ان پر اعتماد کا اظہار کر کے اس کی قبولیت وصداقت پر مہر تصدیق ثبت فرما دی ہے۔

مولوی اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان میں بیان توحید کے لیے بہت سخت زبان استعمال کی ہے جس کا خود انھوں نے ایک موقع پر اعتراف بھی کیا تھا۔ عقیدۂ توحید کی بنیادی حیثیت سے انکار کر کے کوئی شخص مسلمان نہیں رہ سکتا لیکن ایسا انداز بیان یقیناً قابل تردید ہوگا جس میں شان الوہیت کی عظمت کے اظہار کے لیے شان رسالت کو نظر انداز کر دیا جائے اور تنقیص شان کا ارتکاب کیا جائے۔ بتوں کے حق میں وارد ہونے والی آیات کو انبیا و اولیا کی ذوات مقدسہ پر چسپاں کیا جائے وہ توحید ہرگز قابل قبول نہیں جو شان رسالت کی تنقیص پر مشتمل ہو۔

۱۴۔ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی قدس سرہٗ، اعلاء کلمۃ اللہ: طبع چہارم، ص:۱۳۹۔

۱۵۔ ایضاً، ص:۱۶۳

۱۶۔ ایضاً، ص:۱۹۵

حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہٗ نے اس حقیقت کو بڑے واضح الفاظ میں بیان کیا ہے، فرماتے ہیں:

''الحاصل مابین اصنام وارواح مکمل فرقی ست بین امتیازی ست باہر پس آیات وارده فی حق الاصنام را بر انبیا و اولیا صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین حمل نمودن کمافی ''تقویۃ الایمان'' تحریفی است قبیح وتخریبی است شنیع''۔(۱۷)

ترجمہ: الحاصل بتوں اور کاملین کی ارواح میں فرق ظاہر وباہر ہے، لہٰذا ان آیات کو انبیا واولیا پر چسپاں کرنا جو بتوں کے حق میں وارد ہیں، جیسا کہ تقویۃ الایمان میں ہے قبیح تحریف اور بدترین تخریب ہے۔

دیگر علما اسلام کی طرح مولانا شاہ فضل رسول قادری نے بوارق محمدیہ اور سیف الجبار وغیرہ کتب میں تقویۃ الایمان کی اسی قسم کی عبارات پر محض جذبۂ دینی کے تحت عالمانہ تنقید کی ہے۔

۳۔ سیف الجبار (اردو) - متعدد دفعہ مختلف مطابع سے شائع ہو چکی ہے، ہماری معلومات کے مطابق آخری دفعہ دارالعلوم منظر اسلام بریلی کے شعبۂ تبلیغ کی طرف سے شائع ہوئی ہے۔(۱۸) اس کا تاریخی نام سیف الجبار المسلول علی الاعداء للابرار ۱۲۶۵ھ ہے۔ اس میں فتنۂ نجدیت کی ابتدا اس کے پھیلاؤ، حرمین شریفین اور دیگر مقامات کے مسلمانوں پر نجدیوں کے لرزہ خیز مظالم کا تفصیلی نقشہ پیش کیا گیا ہے، تاریخی اعتبار سے یہ کتاب بہت اہمیت رکھتی ہے، کیونکہ مصنف نے نجدی مظالم کے اثرات بچشم خود ملاحظہ کیے تھے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں:

''زیدیہ مذہب سیدوں ساکن نواح مخا وحدیدہ نے مذہب نجدیہ اختیار کر کے مکان کو فوج سے خالی دیکھ کر پھر تاخت وتاراج کیا اور ہر ایک مکان

۱۷۔ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی قدس سرہٗ، اعلاء کلمۃ اللہ: طبع چہارم، ص:۱۷۱

۱۸۔ ادارہ مظہر حق بدایوں نے ۱۹۸۵ء میں شائع کی اور اب عنقریب تاج الفحول اکیڈمی بدایوں جدید آب وتاب اور ضروری تحقیق وتحشیہ کے ساتھ شائع کرنے جارہی ہے۔(اسید الحق قادری)

میں ایک ایک امیر المومنین ہوگیا، عجب ظلم برپا کیا۔ راقم نے ۱۲۵۷ھ میں اسی حال پر چھوڑا''۔(۱۹)

محمد ابن عبدالوہاب نجدی کے بارے میں مولوی حسین احمد مدنی کی رائے قابل ملاحظہ ہے، لکھتے ہیں:

''صاحبو! محمد بن عبدالوہاب نجدی ابتدائے تیرھویں صدی میں نجد عرب سے ظاہر ہوا اور چونکہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا اس لیے اس نے اہل سنت و جماعت سے قتل وقتال کیا اور ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھا کیا۔ ان کے قتل کو باعث ثواب و رحمت شمار کرتا رہا، اہل حرمین کو خصوصاً اور اہل حجاز کو عموماً اس نے تکالیف شاقہ پہنچائیں۔ سلف صالحین اور اتباع کی شان میں نہایت گستاخی و بے ادبی کے الفاظ استعمال کیے۔ بہت سے لوگوں کو بوجہ اس کی تکالیف شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظّمہ چھوڑنا پڑا اور ہزاروں آدمی اس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ الحاصل وہ ایک ظالم و باغی خونخوار اور فاسق شخص تھا''۔(۲۰)

شاہ فضل رسول قادری نے مولوی اسماعیل دہلوی اور سید احمد بریلوی کو قریب سے دیکھا ان کے عقائد اور عزائم کا بنظر غائر جائزہ لیا، ان کے طور وطریق کو بخوبی جانچا اور پھر ضمیر کی آواز کو بلاکم وکاست تحریر کر دیا۔ فرماتے ہیں:

''فاحشہ رنڈیوں کی بھی پیش کش (نذر) لینے میں تامل نہ تھا، یہاں تک کہ جو فرنگیوں کے گھروں میں تھیں، چنانچہ بنارس کا ریزیڈنٹ اگنسن بروگ نام اس کے گھر میں فاحشہ تھی بڑی اختیار والی اور صاحب مقدور مرید ہوئی

۱۹۔ مولانا فضل رسول قادری، سیف الجبار، ص:۴۷

۲۰۔ مولوی حسین احمد مدنی، الشہاب الثاقب، ص:۵۰

اور دس ہزار روپے نذر کیے اور اس کے مرید ہونے سے ریذیڈنٹ نے بہت خاطر داری کی کہ سید صاحب نے اس کو اپنی بیٹی فرمایا تھا، راقم بھی وہاں موجود تھا''۔(۲۱)

سیف الجبار میں تقلید کی حقیقت اور امام الائمہ سراج الامۃ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب بڑے دل نشیں پیرائے میں ذکر کیے گئے ہیں۔

محمد بن عبدالوہاب نجدی کی کتاب التوحید (صغیر) ۷رمحرم بروز جمعہ ۱۲۲۱ھ کی صبح علمائے مکہ مکرمہ کے سامنے پیش ہوئی اس وقت نجدی لشکر طائف میں قتل و غارت گری اور مسجد ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما منہدم کر کے مکہ مکرمہ جانے کا قصد کر رہا تھا۔ علمائے مکہ مکرمہ نماز جمعہ کے بعد جمع ہوئے اور کتاب التوحید کا مطالعہ کر کے اس کا رد کیا۔ مولانا احمد بن یونس باعلوی اس تردید کو ضبط تحریر میں لائے۔ نماز عصر تک اس کے ایک باب کا رد مکمل ہوا تھا کہ طائف کے مظلوموں کا ایک گروہ مسجد حرام میں پہنچ گیا اور مشہور ہو گیا کہ نجدیہ کا لشکر حرم شریف میں پہنچ کر قتل و غارت کرنے والا ہے۔ اس عام اضطراب کی وجہ سے دوسرے باب پر نظر نہ جا سکی۔

مولانا شاہ فضل رسول قادری نے سیف الجبار کے آخر میں کتاب التوحید کا پہلا باب اور اس پر علمائے مکہ مکرمہ کا رد مع ترجمہ نقل کر دیا ہے۔ جا بجا تقویۃ الایمان کی عبارتیں نقل کی ہیں جن سے یہ عجیب و غریب حقیقت سامنے آتی ہے کہ تقویۃ الایمان اسی کتاب التوحید کا ترجمہ اور شرح ہے، علمائے مکہ مکرمہ کی تقریرات کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، حضرت شاہ رفیع الدین دہلوی اور مولانا شاہ محمد فضل حق خیرآبادی کی عبارات نقل کی ہیں جن سے یہ امر کھل کر سامنے آ جاتا ہے کہ یہ حضرات نہ تو کتاب التوحید کے معتقد ہیں اور نہ تقویۃ الایمان کے مندرجات سے متفق، ان کے عقائد وہی ہیں جو اس وقت کے علمائے مکہ مکرمہ اور علمائے اہل سنت و جماعت کے ہیں۔

شاہ فضل رسول قادری پر عام طور پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ انھوں نے انگریز کی حکومت کے

۲۱۔ مولانا فضل رسول قادری، سیف الجبار، ص: ۷۲، ۷۳

دور میں منصب افتا قضا اور صدر الصدوری کے ذریعہ اقتدار حکومت کو بحال اور مضبوط تر کیا۔(۲۲)

تعجب ہے کہ جب علمائے دیوبند میں سے مولوی محمد احسن نانوتوی، مولوی محمد مظہر، مولوی محمد منیر، مولوی ذوالفقار علی، مولوی فضل الرحمٰن، مولوی مملوک علی اور مولوی محمد یعقوب نانوتوی وغیرہم بھی ''سرکار انگریز'' کے ملازم تھے (۲۳)، تو فرنگی حکومت کے اقتدار کو مضبوط تر کرنے کا الزام علمائے اہل سنت پر ہی کیوں عائد کیا جاتا ہے؟

پھر یہ نکتہ بھی غور طلب ہے کہ اگر علما منصب افتا وقضا اور صدر الصدوری کو قبول نہ کرتے تو ان مناصب پر فائز ہو کر فیصلہ کرنے والے ہندو ہوتے یا انگریز۔ کیا یہ اچھا ہوتا کہ علما ان مناصب کو قبول نہ کرتے اور مسلمان اپنے مقدمات کے فیصلوں کے لیے ہندو یا انگریز کی کچہریوں میں مارے مارے پھرتے۔

اسی سلسلے میں ہمارے کرم فرما پروفیسر محمد ایوب قادری نے ایک اور بات کہی ہے:

''مولانا فضل رسول بدایونی کی تصانیف کے سلسلے میں ایک بات ہم نے خاص طور پر نوٹ کی ہے کہ ان کی اکثر تصانیف کسی نہ کسی سرکاری ملازم کی اعانت سے شائع ہوئی ہیں''(۲۴)

بر تقدیر تسلیم ہمارے نزدیک مولانا پر یہ کوئی اعتراض نہیں کہ ان کی اکثر کتابیں کسی نہ کسی سرکاری ملازم کی اعانت سے شائع ہوئی ہیں کیوں کہ انگریز دوستی یا انگریز سے ساز باز بیشک جرم اور قابل اعتراض امر ہے فقط سرکاری ملازم ہونا کوئی جرم کی بات نہیں ہے، بشرطیکہ کسی خلاف اسلام امر میں ان کا تعاون نہ کیا جائے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے مولوی عبدالحیٔ کو ملازمت کی اجازت دے کر اس قسم کے شبہات کو ختم کر دیا تھا، سرکاری ملازمت سے ہر شخص کے بارے میں یہ رائے قائم کر لینا کہ یہ انگریز کا خیر خواہ و وفادار اور محبّ ہے، کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے کیوں کہ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں اکثر و بیشتر انہی علما نے کھل کر حصہ لیا جو انگریز کے دور

۲۲۔ پروفیسر محمد ایوب قادری، مقدمہ حیات سید احمد شہید، نفیس اکیڈمی کراچی، ۱۹۶۸ء، ص:۱۸

۲۳۔ پروفیسر محمد ایوب قادری، مولانا محمد احسن نانوتوی، ص:۲۶

۲۴۔ پروفیسر محمد ایوب قادری، مقدمہ حیات سید احمد شہید، نفیس اکیڈمی کراچی، ۱۹۶۸ء، ص:۱۸

اقتدار میں صدرالصدور اور افتا وغیرہ کے مناصب پر فائز تھے۔

پھر یہ بھی ایک فکر انگیز حقیقت ہے کہ مولوی اسماعیل دہلوی کی مشہور کتاب تقویۃ الایمان پہلے پہل رائل ایشیاٹک سوسائٹی سے شائع ہوئی، اگر کسی کتاب کو سرکاری ملازم شائع کرے تو ضروری نہیں کہ اس میں حکومت کا ایما شامل ہو اور یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ کتاب سرکاری پالیسی کے مطابق ہو، لیکن جب کسی کتاب کو رائل ایشیاٹک سوسائٹی ایسا سرکاری ادارہ شائع کرے تو معمولی سی سمجھ بوجھ والا آدمی بھی یہ کہے بغیر نہیں رہ سکے گا کہ وہ کتاب یقیناً سرکاری پالیسی کے مطابق ہوگی مخالف ہرگز نہیں ہوسکتی۔

یہ امر بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ اگر مولا فضل رسول قادری کی تصانیف کو کسی ذریعہ سے بھی سرکاری حمایت حاصل ہوتی تو بعض دیگر مصنفین کی طرح ان کی تصانیف بھی کثرت سے طبع ہوتیں، حالانکہ تقویۃ الایمان وغیرہ کتابیں جس کثرت سے اشاعت پذیر ہوئیں، مولانا فضل رسول قادری کی کتابیں اس کثرت سے شائع نہیں ہوئیں۔

مولانا شاہ فضل رسول قادری نے کتنے واضح الفاظ میں انگریزی اقتدار سے نفرت و استحقار کا اظہار کیا ہے اور انگریز کے اقتدار کو دین میں فتنہ وفساد کے پیدا ہونے کا سبب قرار دیا ہے درج ذیل اقتباس سے بآسانی معلوم کیا جا سکتا ہے۔ فرماتے ہیں:

> ”جاننا چاہیے کہ ہندوستان میں بسبب ہو جانے کفر کی حکومت (انگریزی اقتدار) اور نہ رہنے اسلام کی سلطنت کے دین اسلام میں فتنے اور شرع کے احکام میں رخنے پڑ گئے۔(۲۵)

دوسری جانب مولوی اسماعیل دہلوی کا بیان ملاحظہ ہوتا کہ یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ مولانا فضل رسول قادری اور دیگر علما اہل سنت پر انگریز دوستی کے الزام میں کتنی سچائی ہے۔ مولوی اسماعیل دہلوی نے ایک موقع پر کہا:

> ”انگریزی سرکار گو منکر اسلام ہے مگر مسلمانوں پر کوئی ظلم و تعدی نہیں کرتی، نہ ان کو فرائض مذہبی اور عبادات لازمی سے روکتی ہے، ہم ان کے ملک میں

۲۵۔ مولانا فضل رسول قادری، سیف الجبار، ص: ۲۷

اعلانیہ وعظ کہتے ہیں اور ترویج مذہب کرتے ہیں۔ وہ کبھی مانع و مزاحم نہیں ہوتی، بلکہ اگر کوئی ہم پر زیادتی کرتا ہے تو اس کو سزا دینے کو تیار ہیں۔ ہمارا اصل کام اشاعت توحید الٰہی اور احیائے سنن سید المرسلین ہے، سو ہم بلا روک ٹوک اس ملک میں کرتے ہیں پھر ہم سرکار انگریزی پر کس سبب سے جہاد کریں اور اصول مذہب کے خلاف بلا وجہ طرفین کا خون گرا دیں''۔(۲۶)

مولانا شاہ فضل رسول قادری کے بارے میں ایک بات یہ بھی کہی جاتی ہے:

''مولانا حیدر علی ٹونکی نے اس سلسلے میں ایک خاص بات یہ لکھی ہے کہ مولوی فضل رسول بدایونی نے مولانا اسماعیل شہید دہلوی کی شہادت (۱۸۳۱ء) کے بیس سال بعد وہابیوں کے رد میں کتابیں لکھنی شروع کیں۔ ظاہر ہے پنجاب کے انگریزوں کے قبضہ میں آجانے کے بعد مجاہدین کا مقابلہ براہ راست انگریز سے تھا''۔(۲۷)

مولوی اسماعیل دہلوی نے جب تقویۃ الایمان لکھ کر مسلک اہل سنت و جماعت کے خلاف عقائد و افکار کا اظہار کیا تو اکثر و بیشتر علما تحفظ دین و مسلک کی خاطر میدان میں اتر آئے، بعض نے ان سے اور ان کے ہم خیال علما سے مناظرہ کیا۔ مثلاً مولانا شاہ مخصوص اللہ دہلوی، مولانا محمد موسیٰ (صاحبزادگان مولانا محمد رفیع الدین محدث دہلوی) منطق و کلام کے مسلم الثبوت استاذ مولانا محمد فضل حق خیر آبادی، مولانا رشید الدین خاں اور علمائے پشاور وغیرہم بے شمار علماء نے تصنیف و تالیف کے ذریعہ تردید کی۔ بعض نے تقریری طور پر رد و ابطال پر اکتفا کیا۔ لطف کی بات یہ ہے کہ ان میں اکثر و بیشتر حضرات شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے صاحب علم و فضل شاگرد تھے بلکہ خود حضرت شاہ صاحب نے تقویۃ الایمان پر اظہار ناراضگی فرمایا:

''حضرت مولانا شاہ محمد فاخر صاحب الہ آبادی قدّس سرہ فرماتے تھے کہ جب اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان لکھی اور سارے جہان کو مشرک و

۲۶۔ منشی محمد جعفر تھانیسری، حیات سید احمد شہید

۲۷۔ پروفیسر محمد ایوب قادری، مقدمہ حیات سید احمد شہید، نفیس اکیڈمی کراچی، ۱۹۶۸ء، ص:۲۴

کافر بنانا شروع کیا اس وقت حضرت شاہ صاحب آنکھوں سے معذور ہو چکے تھے اور بہت ضعیف بھی تھے۔ افسوس کے ساتھ فرمایا کہ میں تو بالکل ضعیف ہو گیا ہوں، آنکھوں سے بھی معذور ہوں ورنہ اس کتاب اور اس عقیدۂ فاسد کا رد بھی تحفۂ اثنا عشریہ کی طرح لکھتا کہ لوگ دیکھتے"۔ (۲۸)

مولانا شاہ فضل رسول قادری ان علما میں سے تھے جنھوں نے اس نئے فتنے کی تردید کے لیے بھرپور تقریری کام کیا اور جب ضرورت محسوس ہوئی تو تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع کیا اور ایسی کتابیں لکھیں جنھیں اہل علم سر آنکھوں پر جگہ دیتے ہیں۔ مولانا کی ساری زندگی کا مطالعہ کرنے کے بعد ان کی کوششوں میں حفاظت دین کے سوا اور کوئی مقصد نظر نہیں آئے گا۔ کیا اس بات کا ثبوت پیش کیا جا سکتا ہے کہ انھوں نے اپنی ابتدائی زندگی میں تقریر کے ذریعے عقائد باطلہ کی تردید نہیں کی، حیات اعلیٰ حضرت صفحہ ۲۳۹ تالیف ملک العلما مولانا ظفر الدین بہاری کے مطالعہ سے واضح طور پر پتہ چلتا ہے کہ مولانا طالب علمی کے زمانہ ہی سے رد وہابیت کی ابتدا کر چکے تھے۔

یہاں اس بات کا ذکر بے جا نہ ہوگا کہ مولانا اسماعیل دہلوی، سید صاحب اور ان کے رفقا کو انگریزوں سے کوئی مخاصمت نہ تھی اور نہ وہ انگریزوں سے جہاد کا ارادہ ہی رکھتے تھے۔ (۲۹)

آپ کے تلامذہ کا سلسلہ بہت وسیع ہے، جس شخصیت نے طویل مدت تک سفر و حضر میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا ہو اس کے شاگردوں کا شمار لازماً دشوار ہوگا، چند فضلا کے ذکر پر اکتفا کیا جاتا ہے، جنھوں نے آپ کے بحر علم سے استفادہ کیا:

۱۔ مولانا شاہ محی الدین ابن شاہ فضل رسول قادری (م: ۱۲۷۰ھ)

۲۔ تاج الفحول مولانا شاہ محمد عبد القادر محبّ رسول بدایونی ابن مولانا شاہ فضل رسول قادری (م: ۱۳۱۹ھ/ ۱۹۰۱ء)

۳۔ مجاہد آزادی مولانا فیض احمد بدایونی

۲۸۔ ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین بہاری، ماہنامہ پاسبان، امام احمد رضا نمبر، ص: ۱۹، ۲۰

۲۹۔ اس سلسلے میں مقالات سر سید حصہ شانزدہم مطبوعہ مجلس ترقی ادب لاہور کے حاشیہ پر شیخ اسماعیل پانی پتی کا نوٹ ص: ۲۴۸ تا ۲۵۲ اور ص: ۳۱۸ تا ۳۱۹ قابل ملاحظہ ہے۔ نیز سید صاحب کی تحریک کی صحیح پوزیشن سمجھنے کے لئے جناب وحید احمد مسعود بدایونی کی تحقیقی کتاب "سید احمد شہید کی صحیح تصویر" مطبوعہ لاہور ملاحظہ کی جائے۔

۴۔ قاضی القضاۃ مولانا مفتی اسد اللہ خاں الہ آبادی (م: ۱۳۰۰ھ)
استاد مولوی رحمٰن علی مؤلف تذکرہ علمائے ہند

۵۔ مولانا عنایت رسول چریاکوٹی (۳۰)

۶۔ مولانا شاہ احمد سعید دہلوی (م: ۱۲۷۷ھ)

۷۔ مولانا کرامت علی جونپوری (م: ۱۲۹۰ھ) مرید سید احمد بریلوی

۸۔ مولانا سید عبد الفتاح گلشن آبادی

۹۔ مولانا عبد القادر حیدر آبادی (م: ۱۳۲۹ھ)

۱۰۔ مولانا سید اشفاق حسین (م: ۱۳۲۸ھ)

۱۱۔ مولانا خرم علی بلہوری (م: ۱۲۷۳ھ)

۱۲۔ مولانا حکیم محمد ابراہیم سہارنپوری

۱۳۔ سید بنیاد شاہ سنبھلی

۱۴۔ مولانا سید خادم علی

۱۵۔ مولانا سید ارجمند علی

۱۶۔ مولانا سید اولاد حسن خلف سید آل حسین

۱۷۔ مولانا غلام حیدر

۱۸۔ مولانا جلال الدین رئیس سوتھہ محلّہ

۱۹۔ مولانا فصاحت اللہ متولی

۲۰۔ مولانا امانت حسین دانش مند

۲۱۔ مولانا بہادر شاہ دانش مند وغیرہ وغیرہ

آپ کے مریدین کا سلسلہ عرب وعجم میں پھیلا ہوا تھا، بے شمار لوگ مذاہب باطلہ اور عقائد فاسدہ سے تائب ہوکر آپ کے دست حق پر بیعت ہوئے۔

آپ کے چند مریدین کے نام یہ ہیں:

۳۰۔ نامور فاضل مولانا محمد فاروق چریاکوٹی استاذ شبلی نعمانی، مولانا عنایت رسول کے چھوٹے بھائی اور شاگرد تھے۔

تاج الفحول مولانا شاہ محمد عبدالقادر محبّ رسول بدایونی خلف رشید شاہ فضل رسول قادری، مولانا حکیم سراج الحق ابن مولانا فیض احمد بدایونی (م:۱۳۲۲ھ/ ۱۹۰۵ء)، مولانا سید نبی حسنی حسینی شاہجہاں پوری (م:۱۲۷۸ھ)، مولانا حکیم عبدالعزیز، مولانا عبیداللہ بدایونی مدرس مدرسہ محمدیہ بمبئی (م:۱۳۱۵ھ)، ملا اکبرشاہ افغانی، مولانا عون الحق، حافظ محمد ضیاءالدین حیدرآباد دکن، قاضی حمیدالدین خاں مچھلی بندر، شیخ محمد صدیق متوطن بریلی، شیخ عبدالرحیم رئیس بدایوں، شیخ عبدالہادی ملقب بہ شاہ سالار وغیرہ وغیرہ۔

جب آپ کی عمر شریف ۷۷ برس کی ہوئی تو آپ کے شانوں کے درمیان پشت پر زخم نمودار ہوا ایک دن قاضی شمس الاسلام عباسی جو آپ کے والد ماجد کے مرید تھے، سے آپ نے فرمایا:

> ''قاضی صاحب بمقتضائے 'واما بنعمة ربک فحدث' آج آپ سے کہتا ہوں کہ دربار نبوت سے استیصال فرقہ وہابیہ کے لیے مامور کیا گیا تھا۔ الحمدللہ! کہ فرقۂ باطلہ اسماعیلیہ واسحاقیہ کا رد پورے طور ہو چکا، دربار نبوت میں میری یہ سعی قبول ہوچکی، میرے دل میں اب کوئی آرزو باقی نہ رہی میں اس دارفانی سے جانے والا ہوں''۔(۳۱)

آخری دنوں میں کمزوری بہت زیادہ ہوگئی تھی مگر عبادت، ریاضت اور تہجد کے لیے شب بیداری میں دن بہ دن اضافہ ہوتا گیا۔ ۲۰/جمادی الاخریٰ ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء بروز جمعرات خلف رشید مولانا شاہ محمد عبدالقادر قادری بدایونی کو بلا کر نماز جنازہ کی وصیت کی، ظہر کے وقت اسم ذات کے ذکر خفی میں مصروف تھے کہ اچانک دو دفعہ بلند آواز سے اللہ اللہ کہا ایک نور دہن مبارک سے چمکا اور بلند ہوکر غائب ہوگیا اور ساتھ ہی روح قفس عنصری سے اعلیٰ علیین کی طرف پرواز کرگئی۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون.

رحلت کے وقت ہلکی ہلکی بارش ہورہی تھی پھر بھی ہزارہا افراد نے جنازہ میں شرکت کی۔ مغرب کے بعد عیدگاہ شمسی میں نماز جنازہ ادا کی گئی اور شب جمعہ والد ماجد کے روضہ میں مدفون

۳۱۔ ماہنامہ پاسبان، امام احمد رضا نمبر، ص:۵۳

ہوئے (۳۲)۔مولوی عبدالسلام سنبھلی نے یہ قطعہ تاریخ کہا ہے۔

معدن فضل الٰہی حضرت فضل رسول | پیشوائے اہل عرفاں سرور اہل قبول
واقف اسرار شرع و کاشف استار دیں | ماہر کامل بہر فن از فروعش تا اصول
سطوت تقریر او بگداخت جان منکراں | ہیبت تحریر او انداخت در کنج خمول
جامع علم و ولایت دافع آثار جہل | قامع بنیاد کفر و رافع اوج قبول
رفت از دنیا و دنیا از غم او تیرہ شد | کرد روشن منزل اول بانوار نزول
ایں جہاں را سنگ ماتم بر جبین مدعاست | آنجہاں را گوہر مقصود در دست وصول
خاستم تاریخ وصل وے نویسم ناگہاں | شد بمن الہام از روحش ''انا فضل الرسول''

۱۲۸۹ھ (۳۳)

مولانا معین الدین نے درج ذیل تاریخ وصال کہی ہے:

حضرت فضل رسول نامدار | با فضیلت با کرم با افتخار
کان فی عز و فضل کاملا | فضله کالشمس فی نصف النهار
واقف اسرار علم و معرفت | مرشد دیں سر حق را رازدار
دوئم از ماہ جمادی الآخرہ | راہ دار آخرت کرد اختیار
وقت رحلت داشت شغل ذکر حق | بود از دم ضرب اذکار آشکار
ناگہاں آورد با جہر تمام | اسم ذات پاک حق بر لب دو بار
اللہ اللہ گفت و جاں دادہ بحق | کرد برنام خدا جاں را نثار
گشت مفہوم آں زماں از شش جہت | لفظ اللہ از در و دیوار و دار

☆☆☆

۳۲۔ محمد رضی الدین بدایونی تذکرۃ الواصلین، ص:۲۵۴

۳۳۔ ایضاً

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان شرع متین اس شخص کے متعلق جو مندرجہ ذیل باتیں کہتا ہے:

۱۔ دن مقرر کر کے محفل میلاد شریف کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

۲۔ محفل مولود شریف میں قیام کرنا شرک ہے۔

۳۔ کھانے اور شیرینی پر فاتحہ کرنا حرام ہے۔

۴۔ اولیاء اللہ سے مدد طلب کرنا شرک ہے۔

۵۔ قدیم رواج کے مطابق پنج آیات ختم کرنا بدعت سیئہ (بری بدعت) ہے۔

۶۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کا معجزہ حق نہیں ہے۔

۷۔ قصداً تعزیہ کو دیکھنا یا بلا ارادہ دیکھنا کفر ہے۔

۸۔ ہولی کو دیکھنے اور دسہرہ کو جانے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے اگر چہ بغیر ارادے کے ہو اور اس سے اس کی بیوی پر طلاق ہو جاتی ہے۔

۹۔ کعبہ شریف اور مدینہ منورہ کے خطہ کو کوئی بزرگی حاصل نہیں ہے کیونکہ اس سرزمین پر ظلم ہوا ہے اور سننے میں آیا ہے کہ وہاں کے رہنے والے ظالم ہیں اس لیے کہ انھوں نے مدینہ منورہ میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کیا اور مکہ معظّمہ میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو قتل کیا اور حضرت امام حسین کو مکہ شریف سے نکال دیا، اس وقت دین محمدی (علی صاحبہا الصلوۃ والسلام) کے علماے جو حقیقتاً مہاجرین تھے انھیں نکال کر ہندوستان بھیج دیا حالانکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے والے اور حضرت عبداللہ بن زبیر کو قتل کرنے والے نیز حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو جلا وطن کرنے والے اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں۔

لہذا ایسی صورت میں قائل مذکور کی اقتدا کرنا جائز ہے یا نہیں؟
مسلمانوں کا اس کے ہاتھ پر بیعت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ از روئے شریعت مطہرہ ایسے شخص کا کیا حکم ہے نیز اس کے متبعین کا کیا حکم ہے بینوا توجروا
نقل مہر حضرت ظل سبحانی خلیفہ الرحمانی بادشاہ دیں پناہ
وفقه الله لما يحبه ويرضاه

المستفتی

ابوظفر سراج الدین

محمد بہادر شاہ بادشاہ غازی

الـــــجـــــواب

اولاً اس بات کو جاننا ضروری ہے کہ علماے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل امور میں سے ہرامر کے متعلق کیا فرماتے ہیں تاکہ قائل کے حق میں حکم شرعی کا جاننا آسان وسہل ہوجائے۔

(ا) دن مقرر کرکے محفل میلاد شریف کرنا –

علامہ احمد بن محمد قسطلانی علامہ ابن جزری کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں

قال ابن الجزری فاذا کان ھذا ابو لھب الکافر نزل القرآن بذمه جوزی فی النار بفرحه لیلة مولد النبی ﷺ به فما حال المسلم الموحد من امته علیه السلام الذی یسر بمولده ویبذل ما تصل الیه قدرته فی محبته ﷺ لعمری انما یکون جزاؤه من اللّٰه الکریم أن یدخله بفضله العمیم جنات النعیم. (ا)

ترجمہ: جب ابولہب جیسے کافر کو جس کی مذمت قرآن کریم میں نازل ہوئی ہے حضور نبی اکرم ﷺ کی ولادت کی رات میں خوش ہونے کے باعث جہنم میں اس کے عذاب میں تخفیف کے ذریعہ بدلہ دیا جائے تو حضور علیہ السلام کے اس موحد ومسلم امتی کا کیا عالم ہوگا جو آپ کی ولادت پر خوش ہوتا ہے اور اپنی طاقت کے بقدر نبی ﷺ کی محبت میں خرچ کرتا ہے، بخدا اللہ رب العزت کی جانب سے ایسے شخص کی جزا یہی ہے کہ خداوند قدوس اسے اپنے فضل عام سے جنت نعیم میں داخل فرمائے۔

(ا) المواھب اللدنیة بالمنح المحمدیة ج:ا/ص:۱۴۷، پوربندر گجرات ۲۰۰۱ء

علامہ قسطلانی آگے تحریر فرماتے ہیں کہ:

ولا یزال اهل الاسلام یحتفلون بشهر مولده علیه السلام ویعملون الولائم ویتصدقون فی لیالیه بانواع الصدقات و یظهرون السرور ویزیدون فی المبرات ویعتنون بقرأة مولده الکریم ویظهر علیهم من برکاته کل فضل عمیم ومما جرب من خواصه انه أمان فی ذلک العام وبشری عاجلة بنیل البغیة والمرام فرحم اللّٰه امرء اتخذ لیالی شهر مولده المبارک اعیادا لیکون أشدعلة علی من فی قلبه مرض واعیاء داء. (۲)

ترجمہ: اہل اسلام حضور علیہ السلام کی ولادت کے مبارک مہینہ میں محفلیں قائم کرتے ہیں اور دعوتوں کا اہتمام کرتے ہیں اور ماہ مبارک کی راتوں میں صدقات و خیرات کرتے ہیں خوشی و مسرت کا اظہار اور نیکیوں میں اضافہ کرتے ہیں نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مولود شریف پڑھنے کا اہتمام کرتے ہیں اور اس مولود شریف سے ان پر فضل عظیم کا ظہور ہوتا ہے، محفل میلاد شریف کے خواص میں یہ بات بھی مجرب ہے کہ اس سال امن وامان رہتا ہے اور جلد آرزؤں وتمناؤں کے حصول کی خوشخبری ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم وکرم فرمائے جو اس ماہ مبارک کی راتوں میں عید وخوشی مناتا ہے تاکہ یہ خوشی ومسرت اس شخص پر سخت گراں گزرے جس کے دل میں (بدبختی کی) بیماری ہے۔

امام محمد بن یوسف صالحی شامی (م:۹۴۲ھ) اپنی کتاب ''سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد'' میں حافظ ابوالخیر سخاوی کا قول نقل فرماتے ہیں:

(۲) مرجع سابق

عـمـل المولد الشريف لم ينقل عن احد من السلف الصالح فـى الـقـرون الثلاثة الفاضلة وانما حدث بعد ثم لازال اهل الاسـلام فـى سـائر الاقطار والمدن الكبار يحتفلون فى شهر مـولده ﷺ بعمل الولائم البديعة المشتملة على الامور البهجة الـرفيـعة ويتـصـدقـون فى لياليه بانواع الصدقات ويظهرون الســرور و يزيدون فى المبرات ويعتنون بقرأة مولده الكريم ويظهر عليهم من بركاته كل فضل عميم (۳)

ترجمہ: مولود شریف کا عمل قرون ثلاثہ میں سلف صالحین سے منقول نہیں ہے یہ عمل قرون ثلاثہ کے بعد پیدا ہوا پھر اہل اسلام آنحضرت ﷺ کے ولادت کے مہینہ میں ہر جانب بڑے بڑے شہروں میں محفلیں قائم کرنے لگے اور پرتکلف دعوتیں کرتے ہیں جو مسرت آمیز اور بلند امور پر مشتمل ہوتی ہیں اور اہل اسلام اس ماہِ مبارک کی راتوں میں صدقہ کرتے ہیں بہجت و سرور کا اظہار کرتے ہیں نیکیوں میں زیادتی کرتے ہیں اور مولود شریف پڑھنے کا اہتمام کرتے ہیں اس مولود شریف کی برکت سے ان پر فضل عظیم کا ظہور ہوتا ہے۔

پھر صاحبِ سبل الہدیٰ حافظ ابن الجزری کا یہ قول نقل فرماتے ہیں کہ:

مـن خـواصـه انـه امـان فى ذلك العام و بشرى عاجلة بنيل البغية والمرام. (۴)

ترجمہ: میلاد شریف کے خواص میں سے یہ ہے کہ اس سال امن وامان قائم رہتا ہے اور جلد تر حاصل ہونے والی مراد کی خوشخبری ہوتی ہے۔

---

(۳) سبل الهدىٰ والرشاد فى سيرة خير العباد: ج:۱/ص:۴۳۹،الباب الثالث عشر فى اقوال العلماء فى عمل المولد الشريف واجتماع الناس له وما يحمد من ذلك وما يذم، مطابع الاهرام القاهره۱۴۱۸ھ

(۴) مرجع سابق، نفس الصفحہ

آگے چل کر علامہ ابن کثیر کا قول نقل فرماتے ہیں کہ:

قال الحافظ عماد الدين بن كثير. رحمه اللّٰه تعالىٰ فى تاريخه كان يعمل المولد الشريف فى ربيع الاول ويحتفل به احتفالاً هائلاً وكان شهما شجاعا بطلا عاقلا عادلا رحمه اللّٰه تعالىٰ واكرم مثواه وقد صنف الشيخ ابو الخطاب بن دحية رحمه اللّٰه تعالىٰ كتاباله فى المولد سمّاه "التنوير فى مولد البشير النذير" فاجازه بالف دينار. (۵)

ترجمہ: حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتابِ تاریخ میں فرماتے ہیں کہ (صاحب اربل ملک مظفر) ماہ ربیع الاول شریف میں مولود شریف کرتا تھا اور اس ماہ میں وہ پر تکلف محفل میلاد کرتا تھا وہ جری بہادر، ذہین عدل و انصاف کرنے والا شخص تھا شیخ ابوالخطاب بن دحیہ نے اس کے لیے مولود شریف کی کتاب لکھی جس کا نام "**التنوير فى مولد البشير النذير**" رکھا تو صاحب اربل نے انہیں ہزار دینار انعام میں دیئے۔

صاحب سبل الہدیٰ والرشاد تحریر فرماتے ہیں:

وقد اثنى عليه الائمة، منهم الحافظ ابو شامه شيخ النووى فى كتابه "الباعث على انكار البدع والحوادث" و قال مثل هذا الحسن يندب اليه ويشكر فاعله ويثنىٰ عليه قال ابن الجوزى لولم يكن فى ذلك إلا ارغام الشيطان وادعام اهل الايمان وقال العلامة ابن مظفر رحمه اللّٰه تعالىٰ : بل فى الدرالمنتظم وقد عمل المحبون للنبى ﷺ فرحا بمولده الولائم فمن ذلك ما عمله بالقاهرة المعزية من الولائم

---

(۵) مرجع سابق، نفس الصفحہ

الکبار الشیخ ابوالحسن المعروف بابن قفل قدس اللّٰہ تعالیٰ سرہ شیخ شیخنا ابی عبداللّٰہ محمد بن النعمان وعمل ذلک قبل جمال الدین العجمی الھمذانی و ممن عمل ذلک علی قدر وسعہ یوسف الحجّار بمصر وقد رأی النبی ﷺ وھو یحرض یوسف المذکور علی عمل ذلک. (٦)

ترجمہ: اس عمل پر (یعنی مولود شریف کرنے پر) ائمہ کرام نے تعریف فرمائی ان میں امام نووی کے شیخ حافظ ابوشامہ بھی ہیں جنھوں نے اپنی کتاب ''الباعث علی انکار البدع والحوادث'' میں فرمایا کہ اس طرح عمل کرنا مستحب ہے اس کے کرنے والے کو اجر دیا جائے گا اور وہ قابل تعریف ہوگا، ابن جوزی نے فرمایا اس محفل میلاد سے شیطان کو ذلت وخواری اور اہل ایمان میں مضبوطی و پختگی پیدا ہوتی ہے، علامہ ابن مظفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''الدرالمنتظم'' میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے محبت والفت کرنے والوں نے آپ کے میلاد شریف کی خوشی میں بڑی بڑی دعوتوں کا اہتمام کیا ہے، انیں میں سے وہ دعوتیں ہیں جو شیخ ابوالحسن معروف بہ ابن قفل کرتے ہیں، جو ہمارے شیخ ابو عبداللہ محمد بن النعمان کے شیخ ہیں، ان سے پہلے یہ عمل (عمل مولود) جمال الدین ہمذانی بھی کرتے تھے وہ لوگ جو اپنی وسعت کے بقدر یہ عمل کرتے تھے ان میں یوسف الحجار مصری بھی ہیں انھوں نے خواب میں نبی اکرم ﷺ کا دیدار کیا حضور علیہ السلام نے یوسف الحجار کو اس عمل پر ابھارا۔

صاحب سبل الہدی والرشاد نے ان اکابرین امت کے واقعات بیان کیے ہیں نیز نبی کریم ﷺ

---

(٦) مرجع سابق، ج:١/ص:٤٤٠

نے اس پر خوشی کا اظہار فرمایا اور خواب میں ایسا کرنے پر تاکید فرمائی ہے (۷)۔

صاحب سبل الہدی والرشاد اپنی تالیف میں فرماتے ہیں:

وقال الشیخ الامام العلامة نصیر الدین المبارک الشهیر بابن الطباخ فی فتوی بخطه اذا انفق تلک اللیلة و جمع جمعا اطعمهم ما یجوز اطعامه و اسمعهم ما یجوز سماعه و دفع للمسع المشوق للاٰخرة ملبوسا کل ذلک سرورا بمولده ﷺ فجمع ذلک جائز ویثاب فاعله اذا احسن القصد ولا یختص ذلک بالفقراء دون الاغنیاء إلا ان یقصد مواساة الاحوج فالفقراء اکثر ثوابا. (۸)

ترجمہ: شیخ امام علامہ نصیر الدین مبارک المعروف ابن الطباخ اپنے فتوی میں لکھتے ہیں شب ولادت جب کوئی شخص خرچ کرے لوگوں کو جمع کر کے انہیں جائز کھانے کھلائے اور جائز چیزیں انھیں سنائے نیز سننے والے آخرت کے مشتاق کو کپڑے وغیرہ دے اور یہ سارا عمل اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت کی خوشی میں کیا ہو تو یہ سب جائز ہے اور اس کے کرنے والے کو اجر وثواب دیا جائے گا جبکہ اس کی نیک نیتی اس میں شامل ہو اور یہ (عمل) فقرا کے ساتھ مخصوص نہیں ہے الاّ یہ کہ وہ زیادہ ضرورت مند سے ہمدردی کا ارادہ کرتا ہو تو فقرا ومساکین میں زیادہ ثواب ہے۔

جمال الدین بن عبدالرحمٰن المعروف بہ المخلص فرماتے ہیں:

مولد رسول الله ﷺ مبجل مکرم قدس یوم ولادته وشرف وعظم وکان وجوده ﷺ مبدأ سبب النجاة لمن اتبعه و

---

(۷) مرجع سابق ج ۱/ص: ۴۴۱

(۸) مرجع سابق، نفس الصفحہ

تقليل حظ جهنّم لمن اعد لها لفرحه بولادته ﷺ و تمت بركاته على من اهتدى به فشابه هذا اليوم يوم الجمعة من حيث ان يوم الجمعة لا تسعرفيه جهنم هكذا وردعنه ﷺ فمن المناسب اظهار السرور وانفاق الميسور واجابة من دعاه رب الوليمة للحضور. (۹)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کا میلاد شریف مکرم و معظم ہے اللہ نے اپنے حبیب کے یوم ولادت کومقدس و معظم بنایا ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وجود مسعود اس شخص کے لیے نجات کا سبب ہے جس نے آپ کی پیروی و اتباع کی اور جہنم کے عذاب میں کمی ہے، اس شخص کے لیے جس نے حضور کی ولادت پر خوشی منا کر اس کے لیے تیاری کی، اللہ کے رسول علیہ السلام کی برکات اس پر مکمل ہوگئیں جس نے آپ سے رہنمائی حاصل کی، لہٰذا یوم مولود یوم الجمعہ سے مشابہ ہوگیا کیونکہ جمعہ کے دن جہنم نہیں بھڑکائی جاتی ہے ایسا ہی حضور علیہ السلام سے منقول ہے تو (یوم مولود میں) خوشی ومسرت کا اظہار کرنا بقدر وسعت خرچ کرنا اور کسی داعی کی دعوت قبول کرنا مناسب ہے۔

علامہ ظہیر الدین جعفر فرماتے ہیں:

هذا الفعل لم يقع فى الصدر الاول من السلف الصالح مع تعظيمهم وحبهم له اعظاما ومحبة لا يبلغ جمعنا الواحد منهم ولا ذرة منه وهى بدعة حسنة اذا قصد فاعلها جمع الصالحين والصلوٰة على النبى ﷺ واطعام الطعام للفقراء والمساكين وهذا القدر يثاب. (۱۰)

---

(۹) مرجع سابق ج ۱/ص: ۴۴۲

(۱۰) مرجع سابق، نفس الصفحہ

ترجمہ: یہ فعل (یعنی مولود شریف منانا) سلف صالحین سے قرن اول میں واقع نہیں ہوا حالانکہ وہ حضرات حضور علیہ السلام سے اس قدر محبت و تعظیم فرمایا کرتے تھے کہ ہماری پوری جماعت (محبت و تعظیم میں) ان میں کسی ایک کے مرتبہ کو نہیں پہنچتی۔ یہ عمل (محفل مولود) بدعت حسنہ ہے جبکہ اس کا کرنے والا نیک لوگوں کو جمع کرنے کا قصد کرے، حضور ﷺ پر درود وسلام بھیجے، فقراو مساکین کو کھانا کھلائے اتنی بات پر یقیناً ثواب دیا جائے گا۔

شیخ نصیر الدین (محفل میلاد شریف کے متعلق) فرماتے ہیں:

لیس هذا من السنن ولکن اذا انفق فی هذا الیوم واظهر السرور فرحا بدخول النبی ﷺ فی الوجود واتخذ السماع الخالی عن اجتماع المردان وانشاد ما یثیر نار الشهوة من العشقیات والمشوقات للشهوات الدنیویة کالقد والخد والعین والحاجب وانشاد مایشوق الی الاٰخرة ویزهد فی الدنیا فهذا اجتماع حسن یثاب قاصد ذلک وفاعله علیه. (۱۱)

ترجمہ: یہ عمل (محفل میلاد شریف) سنت نہیں ہے لیکن کوئی شخص اس دن خرچ کرے اور نبی اکرم ﷺ کی تشریف آوری پر خوشی کا اظہار کرے اور (نعت و مناقب کی) محفل سماع قائم کرے جس میں امرد جمع نہ ہوں اور اس محفل میں عشقیہ اشعار نہ پڑھے جائیں جو شہوت کی آگ کو بھڑکاتے ہوں اور دنیوی خواہشات کا شوق دلاتے ہیں جیسے خدوخال، اور چشم و ابرو کی باتیں (بلکہ) وہ اشعار ہوں جو آخرت کا شوق پیدا کریں دنیا سے بے رغبتی ہو تو ایسا اجتماع و محفل بہتر و مستحسن ہے اس کے کرنے والے کو اس پر اجر و ثواب عطا کیا جائے گا۔

حضرت ابو شامہ فرماتے ہیں:

---

(۱۱) مرجع سابق، نفس الصفحہ

فالبدعة الحسنة متفق على جواز فعلها والاستحباب لها و رجاء الثواب لمن حسنت نيته عليها وهی کل مبتدع موافق لقواعد الشريعة غير مخالف لشئ منها ولا يلزم من فعله محذور شرعی وذلک نحوبناء المنابر والربط والمدارس و خانات السبيل وغير ذلک من انواع البر التی لم تعهد فی الصدرالاول فانه موافق لما جاء ت به الشريعة من اصطناع المعروف والمعاونة على البروالتقوىٰ ومن احسن ماابتدع فی زماننا هذا من هذا القبيل ماكان يفعل بمدينة ''اربل'' جبرها اللّٰہ تعالىٰ کل عام فی اليوم الموافق ليوم مولد النبی ﷺ من الصدقات والمعروف و اظهار الزينة والسرور فان ذلک مع مافيه من الاحسان الی الفقراء مشعربمحبة النبی ﷺ و تعظيمه وجلالته فی قلب فاعله. (۱۲)

ترجمہ: بدعت حسنہ کے جواز اور اس کے استحباب پر اتفاق ہے اور حسن نیت پر ثواب کی امید ہے (بدعت حسنہ) ہر وہ بدعت ہے جو قواعد شرعیہ کے موافق ہو اور کسی بھی اصول شرعی کے مخالف نہ ہو اور اس کے کرنے سے کوئی بھی شرعی محذور لازم نہ آتا ہو جیسے منبر، سرائیں، مدارس، مسافر خانے وغیرہ کی تعمیر جیسے نیک کام کرنا جو عہد نبوی میں نہیں تھے کیونکہ یہ جملہ کام شریعت مطہرہ کے موافق ہیں اس لیے کہ یہ نیکی اور تقویٰ پر معاونت کرنا ہے اور سب سے اچھی بدعت جو ہمارے زمانے میں اس قبیل (بدعت حسنہ کی قبیل سے) سے ایجاد ہوئی وہ وہ ہے جو شہر اربل میں ہر سال میلاد النبی ﷺ کے دن ہوتا ہے جیسے صدقات و خیرات کرنا زینت اور خوشی و

---

(۱۲) مرجع سابق ج ۱/ص: ۴۴۳

مسرت کا اظہار کرنا، یہ امور فقرا و مساکین کے واسطے احسان پر مشتمل ہونے کے ساتھ ہی محبت نبی ﷺ اور فاعل کے دل میں آپ کی تعظیم و تکریم کی دلیل ہے۔

صاحب سبل الہدی والرشاد رقم طراز ہیں کہ:

وكان اول من فعل ذلك بالموصل الشيخ عمر بن محمد الملا احد الصالحين المشهورين وبه اقتدى فى ذلك صاحب إربل وغيرهم رحمهم الله تعالىٰ. (۱۳)

ترجمہ: سب سے پہلے یہ عمل (محفل مولود شریف) شہر موصل میں شیخ عمر بن محمد نے کیا جو مشہور صالحین میں سے تھے پھر ان کی اقتدا اس عمل میں صاحبِ اربل وغیرہم نے کی (اللہ ان پر رحم فرمائے)۔

امام صدرالدین فرماتے ہیں کہ:

ويثاب الانسان بحسب قصده فى اظهار السرور والفرح بمولد النبى ﷺ. (۱۴)

ترجمہ: انسان کو اس کی نیت وارادے کے مطابق میلا د نبی ﷺ کے موقع پر مسرت وخوشی کا اظہار کرنے پر اجر وثواب دیا جائے گا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

اصل عمل المولد بدعة لم تنقل عن احد من السلف الصالح من القرون الثلاثة ولكنها مع ذلك قد اشتملت على محاسن وضدها فمن تحرى فى عمله المحاسن وتجنب ضدها كان بدعة حسنة ومن لا فلا قال وقد ظهرلى

---

(۱۳) مرجع سابق، نفس الصفحہ

(۱۴) مرجع سابق، نفس الصفحہ

تخريجها على اصل ثابت فی الصحيحين من ان رسول اللّٰه ﷺ قدم المدينة فوجد اليهود يصومون عاشوراء فسالهم فقالوا هذا يوم اغرق اللّٰه تعالیٰ فيه فرعون وانجی فيه موسی فنحن نصومه شكرا للّٰه تعالیٰ فقال انا احق بموسیٰ منكم فصامه وامر بصيامه فيستفاد من فعل ذلک شكر اللّٰه تعالیٰ علی ما منّ به فی يوم معين من اسداء نعمة أودفع نقمة ويعاد ذلک فی نظير ذلک اليوم من كل سنة والشكر للّٰه تعالیٰ يحصل بانواع العبادات والسجود والصيام والصدقة والتلاوة وای نعمة اعظم من النعمة ببروز هذا النبی الكريم نبی الرحمة فی ذلک اليوم. (۱۵)

ترجمہ: عمل مولود شریف بدعت ہے جو قرون ثلاثہ کے سلف صالحین میں سے کسی سے منقول نہیں لیکن اس کے باوجود وہ اچھائی اور بعض خرابیوں پر مشتمل ہے لہٰذا جس شخص نے عمل مولود میں خوبیوں کو اختیار کیا اور خرابیوں سے پرہیز کیا تو یہ بدعت حسنہ ہے اور جس نے ایسا نہیں کیا (خرابیوں سے اجتناب کرنے کے بجائے اس کا ارتکاب کیا) تو اس کے لئے یہ بدعت سئیہ ہے میرے نزدیک اس کی (محفل مولود شریف کی) اصل بخاری ومسلم سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ یہودی یوم عاشورا کا روزہ رکھتے ہیں آپ نے (اس کا سبب) ان سے دریافت فرمایا تو انھوں نے کہا کہ اس دن اللہ نے فرعون کو غرق کیا اور حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کو نجات دی اس پر ہم اللہ کا شکر ادا کرنے کے لیے روزہ رکھتے ہیں تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ میں تم سے زیادہ موسیٰ

(۱۵) مرجع سابق ج۱/ص:۴۴۴

کا حق دار ہوں آپ ﷺ نے اس دن کا روزہ رکھا اور اس دن روزہ رکھنے کا حکم فرمایا حضور کے اس فعل سے یہ بات مستفاد ہوتی ہے کہ جس پر اللہ نے کسی معین دن کوئی نعمت عطا فرما کر یا ضرر رساں چیز کو دفع فرما کر احسان کیا تو وہ اللہ کا شکر ادا کرے اور ہر سال اس معین دن اس شکر کا اعادہ کرے اور اللہ کا شکر کا عبادت، سجدہ، روزہ، صدقہ اور تلاوت قرآن وغیرہ مختلف طریقوں سے ہوتا ہے، اور اس سے بڑی اور کون سی نعمت ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالی نے اس دن نبی کریم ﷺ کو پیدا فرمایا۔

سبل الہدیٰ کے مصنف حافظ ابن جزری اور حافظ دمشقی سے پیر کے دن ابولہب کے عذاب میں تخفیف والے واقعہ سے دلیل نقل کر کے علامہ جلال الدین سیوطی کا قول نقل فرماتے ہیں:

عندی أن اصل المولد الذی هو اجتماع الناس وقرأة ماتیسر من القرآن وروایة الاخبار الواردة فی مبدأ امر النبی ﷺ وما وقع فی مولده من الأیات ثم یمدلهم سِماط یاکلونه و ینصرفون من غیر زیادة علی ذلک من البدع الحسنة التی یثاب علیها صاحبها لما فیه من تعظیم قدر النبی ﷺ واظهار الفرح والاستبشار بمولده الشریف. (۱۶)

ترجمہ: میرے نزدیک اصل مولود شریف بدعت حسنہ ہے، جو اس قدر ہے کہ لوگوں کا جمع ہونا اور بقدر وسعت قرآن کی تلاوت کرنا، نیز ان اخبار و آثار کا بیان کرنا جو نبی اکرم ﷺ کی ولادت کے سلسلہ میں وارد ہوئے ہیں اور ان نشانیوں کو بیان کرنا جو آپ کے مولود شریف میں واقع ہوئیں ہیں پھر لوگوں کے واسطے دستر خوان آراستہ کرنا کہ لوگ کھائیں اور ان امور کے علاوہ اور کام کیے بغیر واپس چلے جائیں (یہ امور) بدعت حسنہ ہیں اس پر اس کے

---

(۱۶) مرجع سابق ج ۱/ص: ۴۴۵

کرنے والے کو ثواب دیا جائے گا کیونکہ اس میں نبی اکرم ﷺ کے مرتبہ کی تعظیم و تکریم ہے اور حضور کے میلاد پر خوشی و مسرت کا اظہار کرنا ہے۔

امام سیوطی فرماتے ہیں کہ اس عمل کی جو اصل حافظ ابن حجر نے بیان فرمائی اس کے علاوہ ایک اور دلیل مجھ پر ظاہر ہوئی ہے اور وہ یہ کہ نبی کریم ﷺ نے اعلان نبوت کے بعد خود اپنا عقیقہ فرمایا، پھر امام سیوطی سنن ابن ماجہ کی شرح میں فرماتے ہیں:

الصواب انه من البدع الحسنة المندوبة اذا خلا عن المنكرات شرعا. (۱۷)

ترجمہ: صحیح یہ ہے کہ (مولود شریف) بدعت حسنہ مستحبہ ہے جبکہ شرعاً منکرات سے خالی ہو۔

پھر اس کے بعد سبل الہدیٰ میں چند شعر ذکر کیے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے

يا مولداً فاق الموالد كلها – شرفا وساد بسيد الأسياد (۱۸)

ترجمہ: اے مولود جس نے تمام مولودوں پر فوقیت و شرف پایا اور سید السادات (حضور) کے سبب تو بھی صاحب سیادت ہو گیا۔

حافظ جلال الدین سیوطی علامہ فاکہانی (جنہوں نے میلاد کو بدعت سیئہ کہا ہے) کے کلام پر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

انما احدثه ملك عادل عالم و قصد به التقرب الى اللّٰه تعالىٰ و حضر عنده فيه العلماء والصلحاء من غير نكير منهم وارتضاه ابن دحية رحمه اللّٰه تعالىٰ وصنف له من أجله كتابا فهو لاء علماء متدينون رضوه واقرّوه ولم ينكروه. (۱۹)

---

(۱۷) مرجع سابق ج ۱/ص: ۴۴۵

(۱۸) مرجع سابق ج ۱/ص: ۴۴۷

(۱۹) مرجع سابق ج ۱/ص: ۴۴۹

ترجمہ: میلاد شریف منانے کو ایک عالم عادل بادشاہ نے ایجاد کیا اور اس نے اس سے تقرب الی اللہ کا ارادہ کیا اس کے دربار میں علما و صلحا موجود تھے ان میں سے کس نے اس کا انکار نہیں فرمایا اور اس (مولود مبارک منانے) کو ابن دحیہ رحمہ اللہ نے پسند فرمایا اور اس کے واسطے انھوں نے ایک کتاب تصنیف فرمائی تو یہ سب دیندار علماے کرام ہیں جنہوں نے اس عمل کو پسند فرمایا اور اس کو برقرار رکھا اور اسکا انکار نہیں فرمایا۔

یہ سبل الہدی والرشاد سے ہم نے اختصاراً نقل کیا ہے اور جو سبل الہدی والرشاد میں (میلاد مبارک کے متعلق) ذکر ہے وہ سمندر کا ایک قطرہ ہے اس کے مقابلے میں جو دوسرے اکابر نے ذکر کیا ہے، ہم نے اسی قدر پر اکتفا کیا جتنا اس کے اثبات کے لیے کافی ہے۔ (۲۰)

---

(۲۰) مصنف کے صاحبزادے تاج الفحول مولانا عبدالقادر بدایونی نے محفل میلاد کے سلسلہ میں ایک ضخیم کتاب ''سیف الاسلام المسلول علی المناع لعمل المولد والقیام'' فارسی زبان میں تالیف فرمائی ہے، اس میں آپ نے بعض علما اور ان کی تصانیف کا تذکرہ کیا ہے جو محفل میلاد کے جواز واستحسان کے قائل ہیں، آپ فرماتے ہیں کہ حرمین شریفین اور دیگر بلاد اسلامیہ کے اکابر علما اور کبار ائمہ نے محفل میلاد شریف کے جائز و مستحسن ہونے کا حکم دیا ہے، ان میں سے بعض حضرات یہ ہیں: (۱) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۲) ملا علی قاری (۳) صاحب مجمع البحار (۴) علامہ ابن حجر مکی (۵) حافظ جلال الدین سیوطی (۶) امام جزری صاحبِ حصن حصین (۷) علامہ سلیمان برسوی (۸) شیخ برہان الدین ابراہیم بن عمر جعبی (۹) امام حمد اللہ بن شیخ شمس الدین (۱۰) مولانا حسن بحری (۱۱) شیخ برہان ناصحی (۱۲) شیخ شمس الدین احمد بن محمد سیواسی (۱۳) حافظ زین الدین عراقی (۱۴) امام ابو زرعۃ (۱۵) سید عفیف الدین شیرازی (۱۶) علامہ مجدالدین فیروزآبادی صاحبِ قاموس (۱۷) شیخ محمد بن حمزہ الواعظ (۱۸) حافظ ابن ناصرالدین دمشقی (۱۹) علامہ شمس الدین دمیاطی (۲۰) امام برہان الدین ابوالصفا (۲۱) علامہ فخرالدین ابوبکر الدنقلی (۲۲) علامہ شیخ محمد بن عثمان (۲۳) حافظ ابو شامہ (۲۴) حابن حجر عسقلانی (۲۵) صاحب سیرت شامیہ (۲۶) صاحب سیرت حلبیہ (۲۷) علامہ ابوالقاسم محمد بن عثمان اللؤلوی (۲۸) علامہ ابوالحسن احمد بن عبداللہ البکر ی (۲۹) حافظ ابن رجب حنبلی (۳۰) علامہ ابوالطیب مالکی وغیرہ۔

پھر آپ نے کچھ کتابوں کا ذکر کیا ہے جو یا تو خاص میلاد شریف کے موضوع پر لکھیں گئی ہیں یا پھر ان میں ضمناً میلاد شریف کے جواز واستحسان کا حکم ہے، مثلاً (۱) انسان العیون فی سیرت الامین المامون (۲) التعریف فی المولد الشریف (۳) حسن المقصد فی عمل المولد (۴) موعد الکرام لمولد النبی علیہ السلام (۵) جامع الاثار فی مولد النبی المختار (۶) المورد الصادی فی مولد الھادی (۷) اللفظ الرائق فی مولد خیر الخلائق (۸) عرف التعریف فی المولد الشریف (۹) الدرالمنظم فی المولد الاعظم (۱۰) اللفظ الجمیل بمولد النبی الجمیل (۱۱) فتح اللہ حسبی و کفی فی مولد المصطفی (۱۲) النفحۃ العنبریۃفی مولد خیر البریۃ

خلاصۂ کلام یہ کہ ائمہ کرام کا جم غفیراور امور مسلمین کے اہل حل وعقد کی بڑی جماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ مولود شریف کرنا مستحب و مستحسن ہے، لہٰذا قائل کا یہ کہنا کہ مولود کرنا گناہ کبیرہ ہے یہ قول باطل جہالت پر مبنی ہے، اور سواد اعظم کے مخالف ہے، اور یہ امت محمد یہ (علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام) کے عوام وخواص کو فاسق و کافر کہنا ہے کیونکہ یہ حضرات میلا د شریف کو مستحب و مستحسن سمجھتے ہیں۔

اگر یہ قائل دین کا ذرا بھی علم رکھتا ہے، تو یقیناً اس نے یہ علم دین عادل اور ثقہ علما سے حاصل کیا ہوگا، اور ضرور اس نے اپنے اساتذہ سے لے کر آخر تک سلسلۂ سند کی تحقیق کی ہوگی، اب (ہمارا مطالبہ ہے کہ) اپنی سند سے صحاح کی کوئی بھی ایک ایسی حدیث پیش کر دے جس کے سلسلۂ سند میں اس ''گناہ کبیرہ'' کا مرتکب، اور اس کو ''مستحسن'' قرار دینے والا کوئی شخص نہ ہو، بفضلہٖ تعالیٰ اس کے لیے یہ ممکن نہیں ہے، اور اگر دعویٰ رکھتا ہو تو پیش کرے ''ہمی میداں ہمی گوئے'' (ہاتھ کنگن کو آرسی کیا) شاخ پر بیٹھ کر جڑ کاٹنا کسی عقل مند کا کام نہیں ہے۔

(۲) محفل میلاد شریف میں قیام کرنا –

محفل مولود شریف میں قیام کے متعلق امام برزنجی فرماتے ہیں:

قد استحسن القیام عند ذکر مولدہ الشریف ائمة ذوروایة ورؤیة و طوبی لمن کان تعظیمه ﷺ مرامه و مرماہ. (۲۱)

ترجمہ: نبی اکرم ﷺ کے مولود مبارک کے ذکر پر قیام کرنا صاحب الروایہ اور صاحب الرؤیہ دونوں قسم کے اماموں نے مستحسن قرار دیا ہے۔ خوشخبری ہے اس شخص کو جس نے حضور ﷺ کی تعظیم کو اپنا مقصد و غایت بنا لیا۔

گزشتہ صفحہ کا بقیہ:–

(۱۳) مفتاح السرور والافکار فی مولد النبی المختار (۱۴) سیرت شامیہ (۱۵) الضوء اللامع (۱۶) المورد الروی فی المولد النبوی (۱۷) ماثبت بالسنة (۱۸) المواھب اللدنیة (۱۹) مدارج النبوۃ وغیرہ

دیکھیے: سیف الاسلام المسلول علی المناع لعمل المولد والقیام: ص ۵/۶ مطبع الٰہی دہلی

(۲۱) مولود برزنجی ص: ۵۳ مطبع محمد رضا استنبول ۱۲۹۴ھ

مولانا حسن دمیاطی (مدرس مسجد الحرام) اپنے فتویٰ میں لکھتے ہیں:

اہل سنت و جماعت کا قیام مذکور کے مستحب و مستحسن ہونے پر اتفاق ہے رسول انور ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی علامہ مدائنی فرماتے ہیں کہ ذکر ولادت کے وقت قیام کی عادت جاری ہے اور یہ قیام بدعت مستحبہ ہے جس میں خوشی و مسرت اور تعظیم کا اظہار ہے۔

اس فتویٰ پر چاروں مذہب کے مفتیان کرام کے دستخط اور مہر ثبت ہیں سب نے کثیر علماے کرام اور دین اسلام کے پیشواؤں سے قیام کا مستحسن ہونا نقل فرمایا ہے۔

مولانا عبداللہ سراج لکھتے ہیں:

ذکر ولادت کے وقت قیام کرنا جلیل المرتبت ائمہ کرام سے تواترًا ثابت ہے،(۲۲) حکام اسلام نے اسے بغیر کسی نکیر کے برقرار رکھا ہے لہٰذا یہ عمل مستحسن (بہتر) ہے عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں **ما راہ المومنون حسنا فھو عند اللہ حسن** جس کو مومن اچھا سمجھیں وہ چیز اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔

صاحبِ سیرت شامیہ نے قیام میلاد کو جو بدعت فرمایا ہے صاحب حلبی اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''یہ بدعت حسنہ ہے کیونکہ ہر بدعت مذموم نہیں''۔ پھر صاحب حلبیہ بدعت محمودہ کی تحقیق کے بعد لکھتے ہیں کہ ''آنحضرت ﷺ کے ذکر ولادت کے وقت قیام کو امت اسلامی کے عالم جلیل قدوۃ العلما امام تقی الدین سبکی علیہ الرحمہ نے پسند فرمایا ہے اور اس زمانے کے مشائخ کرام نے اس عمل میں آپ کی متابعت کی'' پھر امام سبکی کا واقعہ لکھنے کے بعد لکھتے ہیں کہ متابعت واقتدا کے لیے اتنا ہی کافی ہے''۔

لہٰذا قائل کا اس قیام کو شرک کہنا سوائے جنون کے اور کچھ نہیں۔

اہل سنت و جماعت کے نزدیک ازروئے شرع نفس الوہیت میں کسی کو شریک کرنے کا نام

---

(۲۲) بحرالرائق میں ہے کہ تعامل ناس اجماع کے تابع ہے۔(مصنف)

شرک ہے جیسا کہ علامہ سعد الدین تفتا زانی نے شرح عقائد نسفی میں اس کی صراحت فرمائی ہے(۲۳)۔قیام وقعود کوشرک سے کوئی تعلق نہیں قیام تو عبادت کے ساتھ خاص بھی نہیں ہے برخلاف سجود کے،اس کی صراحت آیت کریمہ **والرکع السجود** کے تحت تفسیر عزیزی میں موجود ہے۔

سجدہ عبادت کے ساتھ خاص ہونے کے باوجود عبادت کی نیت سے کرنا شرک ہے تعظیماً سجدہ کرنا شرک نہیں یہ سابقہ شریعتوں میں جائز تھا مگر سجدۂ تعظیمی اس شریعت میں حرام قرار دے دیا گیا،اس بات کی صراحت بھی شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے تفسیر عزیزی میں فرمادی ہے۔

تمام باتوں سے قطع نظر منکرین قیام کو ساکت کرنے کے لیے ان کے متقدا کی کتاب مائۃ المسائل (۲۴) کا ذکر کرنا کافی ہوگا اس میں بھی سجدۂ عبادت اور سجدۂ تحیت کے فرق کو

---

(۲۳) شرح عقائد میں ہے:**الاشراک هو اثبات الشريک فی الالوهية بمعنی وجوب الوجود کما للمجوس او بمعنی العبادة کما لعبدة الاصنام.** (شرح عقائد:علامہ سعدالدین تفتازانی،ص:۶۱،کتب خانہ رشیدیہ دہلی)

ترجمہ: شرک یہ ہے کہ کسی کو الوہیت میں شریک مانا جائے یعنی کسی کو واجب الوجود ماننا جیسا کہ مجوسیوں کا مذہب ہے یا عبادت میں کسی کو شریک کرنا جیسا کہ بتوں کی پرستش کرنے والے کرتے ہیں۔

علامہ محمد عبدالعزیز فرہاری اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

الاشراک هو اثبات الشريک فی الا لوهية بمعنی وجوب الوجود کما للمجوس فانهم يعتقدون الهين يزدان خالق الخير واهر من خالق الشراو بمعنی استحقاق العبادة کما لعبدة الاصنام فانهم يعتقدون ان الواجب واحد و يزعمون الاصنام مستحقة للعبادة لرجاء الشفاعة منها. (نبراس)

ترجمہ: شرک یہ ہے کہ کسی کو الوہیت میں شریک مانا جائے یعنی کسی کو واجب الوجود ماننا جیسا کہ مجوسی کرتے ہیں کیونکہ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ دو خالق ہیں خیر کا خالق یزداں ہے اور شر کا خالق اہرمن ہے، یا کسی کو عبادت کا مستحق جاننا جیسا کہ بت پرست، کیونکہ وہ واجب الوجود تو ایک کو جانتے ہیں مگر یہ گمان کرتے ہیں کہ بت عبادت کے مستحق ہیں اس لیے کہ ان کی جانب سے شفاعت کی امید ہے۔

(۲۴) یہ شاہ عبدالعزیز دہلوی کے نواسے شاہ اسحاق دہلوی کی کتاب ہے،اس کے رد میں مصنف نے ''تصحیح المسائل '' تالیف کی،جس کے جواب میں مولانا بشیر الدین قنوجی نے ''تفہیم المسائل'' لکھی،تفہیم المسائل کا جواب مصنف کے بھانجے مجاہد آزادی مولانا فیض احمد بدایونی نے ''تعلیم الجاہل'' کے نام سے دیا۔

تسلیم کیا گیا ہے۔(۲۵)

جب سجدہ کا یہ حال ہے (یعنی سجدۂ تعظیمی حرام ہے شرک نہیں) تو محفل میلاد میں قیام کو شرک ٹھہرانا نئے دین کی اختراع کے سوا اور کیا تصور کیا جا سکتا ہے۔

(۴) کھانے اور شیرینی پر فاتحہ کرنا۔

(۵) دائمی قدیم رواج کے مطابق پنج آیات ختم کرنا۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ان دونوں امر کے متعلق اپنے مشہور فتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

رفتن بر قبور بعد سالے یک روز معین کردہ سہ صورت است اول آنکہ یک روز معین نمودہ یک شخص یا دو شخص بغیر ہیئت اجتماعیہ مردمان کثیر محض بنا بر زیارت واستغفار بروند ایں قدر از روئے روایات ثابت است و در تفسیر ''در منثور'' نقل نمودہ کہ سرِ ہر سال آنحضرت ﷺ بر مقابر می رفتند و دعا برائے مغفرت اہل قبور می نمودند ایں قدر ثابت و مستحب است دوم آنکہ بہیئت اجتماعیہ مردمان کثیر جمع شوند و ختم کلام اللہ کنند و فاتحہ بر شیرینی یا طعام نمودہ تقسیم درمیان حاضراں نمایند ایں قسم معمول در زمانہ پیغمبر خدا و خلفائے راشدین نبود اگر کسے ایں طور بکند باک نیست زیرا کہ دریں قسم قبح نیست بلکہ فائدہ احیاء و اموات را حاصل می شود سوم طور جمع شدن بر قبور ایں است کہ مردمان یک روز معین نمودہ و لباس ہائے فاخرہ مثل روز عید پوشیدہ مثل

---

(۲۵) مأۃ المسائل میں ہے کہ:

۳۳واں سوال: صاحب قبر کی تعظیم کے لیے قبر کو سجدہ کرنا شریعت میں حرام ہے یا کفر و شرک ہے یا گناہ کبیرہ؟

جواب: غیر اللہ کو سجدہ کرنا خواہ قبر ہو یا غیر قبر حرام گناہ کبیرہ ہے اگر کوئی غیر اللہ کو سجدہ عبادت کی غرض سے کرتا ہے تو یہ موجب کفر و شرک ہے اگر کوئی غیر اللہ کو خواہ قبر ہو یا غیر قبر، ایسی حالت میں کرتا ہے کہ وہ (جسے وہ سجدہ کر رہا ہے) سامنے نہیں ہے تو یہ بھی موجب کفر ہے جیسا کہ کتب فقہ سے معلوم ہوتا ہے اور سجدۂ تعظیمی جو زمانہ سابق میں تھا شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں منسوخ ہو گیا اور اس پر تفسیر و حدیث اور کتب فقہ دلالت کر رہی ہیں۔(ترجمہ ملخصا) مأۃ المسائل: شاہ اسحاق صاحب دہلوی، ص:۵۹، سید الاخیار ۱۲۶۴ھ

روز عید شادماں شادماں برقبرہا جمع می شوند رقص مزامیر و دیگر بدعات ممنوعہ مثل سجود برائے قبور و طواف کردن قبر می نمایند ایں قسم حرام و ممنوع است۔(۲۶)

ترجمہ: سال میں کسی معین دن قبور پر جانے کی تین صورتیں ہیں:

(۱) کسی معین روز ایک شخص یا دو شخص بغیر کثیر لوگوں کے اجتماع کے زیارت اور استغفار کی غرض سے قبور پر جائیں تو یہ احادیث سے ثابت شدہ ہے تفسیر درمنثور میں منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر سال قبروں پر تشریف لے جاتے اور اہل قبور کے لیے دعا و استغفار فرماتیا تنی بات ثابت ہے اور مستحب ہے۔

(۲) اجتماعی طور پر کثیر لوگ جمع ہوں اور قرآن کریم کا ختم کریں اور شیرینی یا کھانے پر فاتحہ دے کر حاضرین میں تقسیم کریں تو اگر چہ یہ قسم رسول اکرم ﷺ اور خلفاے راشدین کے زمانۂ مبارک میں موجود نہ تھی، اگر کوئی ایسا کرتا ہے (یعنی مزارات پر جمع ہو کر شیرینی یا کھانے پر فاتحہ دے کر حاضرین میں تقسیم کرتا ہے) تو اس میں (از روئے شرع) کوئی قباحت نہیں کیونکہ یہ طریقہ برا نہیں ہے بلکہ زندوں اور مردوں کو اس سے فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

(۳) کسی معین روز لوگ روز عید کی طرح مسرور و شادماں بہترین لباس زیب تن کر کے جمع ہوں اور مزامیر کے ساتھ رقص کریں اور دیگر ممنوع بدعتوں کا ارتکاب کریں جیسے قبروں پر سجدے کرنا ان کا طواف کرنا تو یہ طریقہ حرام و ممنوع ہے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب علی محمد خاں صاحب مرحوم رئیس مرادآباد کے جواب میں رقم فرماتے ہیں کہ:

کہ در تمام سال دو مجلس در خانۂ فقیر منعقد می شود مجلس ذکر وفات شریف و

---

(۲۶) فتاوی عزیزی: شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، ص: ۴۰، مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۳۱۱ھ

مجلس ذکر شہادت حسنین کہ مردم روز عاشورا یا یک دو روز پیش قریب چہار
پانچ صد کس بلکہ گاہے قریب یک ہزار کس فراہم می آیند و درود می خوانند
بعد ازاں کہ فقیر می برآید می نشیند ذکر فضائل حسنین کہ در حدیث شریف وارد
شدہ درمیان می آید و آنچہ در احادیث اخبار شہادت ایں بزرگاں و تفصیل
بعض حالات و بدآلی قاتلان ایشاں وارد شدہ نیز مذکور می شود الیٰ آخر ما قال
بعد ازاں ختم قرآن و پنج آیت خواندہ بر ماحضر فاتحہ نمودہ می آید پس اگر ایں
چیز ہا نزد فقیر ہمیں وضع کہ مذکور شد جائز نمی شود اقدام بر آن اصلا نمیکرد و بعد
ازاں آنچہ نامشروع است حاجت بیان ندارد (ملخصاً)

ترجمہ: پورے سال میں فقیر (شاہ عبدالعزیز صاحب) کے گھر دو مجلسیں
منعقد ہوتی ہیں ایک ذکر وفات شریف کی مجلس، دوسری ذکر شہادت حسنین
کریمین کی مجلس۔ عاشورا سے ایک دو دن پہلے چار پانچ سو لوگ بلکہ کبھی
ایک ہزار لوگ جمع ہو کر درود پاک کا ورد کرتے ہیں اس کے بعد فقیر (گھر
کے کمرے سے) باہر نکلتا ہے اور فضائل حسنین کریمین کے ذکر کے واسطے
بیٹھتا ہے اور جو کچھ احادیث مبارکہ میں ان بزرگوں کی شہادت کے متعلق
خبریں وارد ہوئیں لوگوں کے سامنے بیان کرتا ہے اور بعض دیگر احوال کی
تفصیل کے ساتھ ان حضرات کے قاتلین کا جو برا انجام (روایات میں)
وارد ہوا ہے، بیان کرتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اس کے بعد ختم قرآن اور
پنج آیات پڑھی جاتی ہیں پھر کھانے پر فاتحہ ہوتی ہے، لہٰذا یہ چیزیں جس
طریقہ پر ذکر کی گئیں ہیں اگر فقیر کے نزدیک جائز نہیں ہوتیں تو فقیر اس پر
عمل ہرگز نہیں کرتا اور جو چیزیں ناجائز ہیں (وہ ایسی مشہور و معروف ہیں)
ان کو یہاں بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

مولوی عبدالحکیم پنجابی جس نے بزرگان دین کے عرس پر طعن کیا تھا اس کے جواب میں شاہ

صاحب لکھتے ہیں:

ایں طعن مبنی است بر جہل باحوال مطعون علیہ زیرا کہ غیر از فرائض مقررہ را ہیچ کس فرض نمی داند آرے زیارت وتبرک بقبور صالحین وامداد ایشاں بامداد ثواب وتلاوت قرآن ودعاے خیر وتقسیم طعام وشیرینی امر مستحسن وخوب است باجماع علما وتعیین روز برائے آنست کہ آں روز مذکر انتقال ایشاں می باشد از دارالعمل بدارالثواب۔

ترجمہ: یہ طعن مطعون علیہ (جس پر طعن کیا گیا) کے احوال سے جاہل ہونے پر مبنی ہے کیونکہ کوئی شخص سوائے فرائض مقررہ کے کسی کو فرض نہیں سمجھتا، صالحین کی قبور کی زیارت کرنا، ایصال ثواب، تلاوت قرآن اور دعاے خیر کے ذریعہ ان کی امداد کرنا اور کھانا اور شیرینی وغیرہ تقسیم کرنا ایک امر مستحسن ہے اس پر علماے کرام کا اتفاق ہے۔

دن کو متعین کرنا اس لیے ہے کہ یہ دن ان کے دارالعمل سے دارالثواب کی جانب منتقل ہونے کو یاد دلاتا ہے۔

آخر میں ہر سال کے شروع میں قبور شہدا پر حضور ﷺ کے تشریف لے جانے والی روایت نقل کی ہے، اور ایک دوسری روایت بھی نقل کی ہے جس میں ہے کہ چاروں خلفا کا بھی یہی معمول رہا۔

مولوی رفیع الدین صاحب (۲۷) اپنے مشہور فتویٰ میں عرس کی صحت حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیر کے دن روزہ رکھنے کی دلیل سے ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''حضرت بلال اس لیے روزہ رکھتے تھے کیونکہ اس روز ولادت رسول، ہجرت اور وحی کا نزول نیز حضور علیہ السلام کا وصال مبارک ہوا۔ وہی دن (وصال کا دن) اہل اللہ کے انتظار کے ختم ہونے کا دن ہے

---

(۲۷) شاہ رفیع الدین دہلوی حضرت شاہ ولی اللہ کے فرزند گرامی ہیں، ۱۱۶۳ھ/۱۷۴۹ء میں ولادت ہوئی، اپنے بھائی شاہ عبدالعزیز دہلوی اور ماموں شاہ محمد عاشق پھلتی وغیرہ سے تحصیل علم کی، شاہ عبدالعزیز صاحب کے ضعیف ہونے کے بعد مدرسہ رحیمیہ کی مسند درس کو زینت بخشی، خلق کثیر نے آپ سے استفادہ کیا، عربی، فارسی، اردو میں ۳۰ سے زیادہ کتابیں یادگار چھوڑیں، ۱۲۳۳ھ/۱۸۱۸ء میں وفات پائی۔ دیکھیے: شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان: حکیم محمود احمد برکاتی ص ۱۰۵ تا ۱۰۸، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، دہلی ۱۹۹۲

نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ اسی روز اللہ والوں کی ارواح کا اجتماع ہوتا ہے اور عالم برزخ کے معاملات منکشف ہوتے ہیں'' پھر یہ تمام تفصیلات ذکر کر کے لکھتے ہیں کہ ''دعا، ختم قرآن اور کھانے کے ذڑیعہ ان کی امداد کرنا بدعت مباح ہے اور ایسا کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔

شاہ ولی اللہ صاحب ہمعات میں لکھتے ہیں:

> یہیں سے مشائخ کرام کے عرسوں کی محافظت، ان کی قبور کی پابندی سے زیارت، فاتحہ خوانی اور صدقہ کا التزام، ان کے آثار، اولاد اور منتسبین کی تعظیم کی طرف متوجہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔

شاہ صاحب انفاس العارفین میں اپنے والد گرامی کے واقعات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''حضور رسالت مآب ﷺ کے یوم وفات میں حضور کی نیاز کے واسطے کوئی چیز دستیاب نہ ہو سکی جس سے کھانا پکایا جا سکے صرف بھنے ہوئے چنے اور کالے گڑ پر مَیں نے نیاز کر دی، رات کو خواب میں مَیں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے مختلف قسم کے کھانے رکھے ہوئے ہیں اور ان ہی کھانوں میں چنے اور گڑ بھی ہیں۔ حضور نے انتہائی خوشی و مسرت کے ساتھ اسے قبول فرما کر اس میں سے کچھ تناول بھی فرمایا اور باقی کو اپنے اصحاب میں تقسیم فرما دیا۔ (۲۸)

ان اکابرین امت کے کلام نے جن کا ہم نے ذکر کیا ہمارے مدعا کو ظاہر کر دیا لہٰذا اس جاہل کا قول بھی باطل و مردود ہو گیا جو ان مستحسن امور کو حرام اور بدعت سیئہ کہتا ہے۔ ان شہروں میں اکثر اہل علم کے علوم کی اسناد کی انتہا ان ہی بزرگان دین کی جانب ہوتی ہے (یعنی شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز دہلوی وغیرہ) پھر ان اکابرین کی طرف اس بات کا منسوب کرنا کہ انہوں نے حرام کو حلال قرار دے دیا تھا، اپنے دینی سلسلے کی جڑ کاٹنا ہے۔

(۴) کیا اولیاے کرام سے مدد طلب کرنا شرک ہے ؟

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ آیت مقدسہ ''اماتہ فاقبرہ'' (۲۹) کی تفسیر میں

---

(۲۸) انفاس العارفین: ترجمہ سید فاروق احمد قادری، ص ۱۰۶/۱۰۷، مکتبہ الفلاح دیوبند

(۲۹) عبس آیت ۲۱، ترجمہ: پھر اسے (انسان کو) موت دی اور اسے قبر میں پہنچا دیا

فرماتے ہیں:

توجہ روح بزائرین ومستانسین ومستفیدین بسہولت می شود کہ بسبب تعین مکان بدن گویا مکان روح ہم متعین است وآثار ایں عالم از صدقات و فاتحہ ہا وتلاوت قرآن مجید چوں دراں بقعہ کہ مدفن بدن اوست واقع شود بسہولت نافع می شود پس سوختن گویا روح را بے مکان کردن است و دفن کردن گویا مسکنے برائے روح ساختن بنا برایں است کہ از اولیاے مدفونین و دیگر صلحاے مومنین انتفاع واستفادہ جاری است وآنہارا افادہ و اعانت نیز متصور (۳۰)

ترجمہ: روح کی توجہ زائرین، مستفید ہونے والوں کی جانب بآسانی ہوجاتی ہے بدن کی جگہ کے تعین کے سبب گویا روح کا مکان بھی متعین ہوگیا اور اس عالم کے آثار جیسے صدقات، فاتحہ خوانی، تلاوت کلام مجید کا ثواب جب زمین کے اس ٹکڑے کے پاس کیا جاتا ہے جس میں بدن مدفون ہے تو بآسانی نفع بخش ہوتا ہے لہٰذا بدن کو جلانا گویا روح کو بے مکان کرنا ہے اور بدن کو دفن کرنا گویا روح کے واسطے ایک مسکن بنانا ہے اسی بنا پر اولیاے کرام اور دیگر صلحاے مومنین جن کو دفن کیا جاتا ہے ان سے انتفاع واستفادہ جاری ہے اور ان کو بھی فائدہ پہنچنا اور ان کی اعانت کرنا متصور ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سورۂ انشقت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

بعضے از خواص اولیاء اللہ را کہ آلہ جارحہ تکمیل وارشاد بنی نوع خود گردانیدہ اندریں حالت ہم تصرف در دنیا دادہ واستغراق آنہا بہ جہت کمال وسعت مدارک آنہا مانع توجہ بایں سمت نمی گردد واویسان تحصیل کمالات باطنی از آنہا می نمایند وارباب حاجات ومطالب حل مشکلات خود از آنہا می طلبند و

---

(۳۰) تفسیر فتح العزیز: شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، ص:۶۱، پارۂ عم مطبع العلوم دہلی ۱۲۶۷ھ

می یابند وزبان حال آنہا دراں وقت ہم مترنم بایں مقالات است ۔(۳۱)

مصرع - من آیم بجان گرتو آئی بہ تن

ترجمہ: بعض خواص اولیا جو اپنے جوارح کو بنی نوع انسان کی تکمیل اورارشاد میں لگا چکے ہیں اس حالت میں بھی دنیا میں تصرف کرتے ہیں، جہت کمال کی طرف ان کا استغراق اس جانب توجہ کرنے میں مانع نہیں ہوتا ہے، اور اویسی حضرات اپنے کمالات باطنی کی تحصیل انہیں حضرات سے کرتے ہیں ، اورحاجت منداپنی مشکلوں کا حل انہیں سے طلب کرتے ہیں، اوران سے پاتے ہیں اورزبان حال سے گویا وہ یہ فرماتہ ہیں کہ اگرتم اپنے بدن کے ساتھ آئے ہوتو میں ش اپنی روح کے ساتھ حاضر ہوں

اس مسئلہ میں وہابیہ پرردکرتے ہوئے مولوی محمد موسیٰ صاحب (۳۲) خلف الصدق حضرت مولوی رفیع الدین صاحب قدس سرہ رسالہ ’’حجۃ العمل‘‘ میں حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ سے نقل فرماتے ہیں کہ:

دریں جا سخنے است واجب التنبیہ کہ استعانت از غیر خدا بوجھے کہ او ر اخالق عون ومستقل درتصرف داند حرام است واگراورامظہرعون الٰہی دانستہ استعانت نماید جائز است واین نوع استعانت ازصحابہ تا حضرت مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب ومولوی رفیع الدین صاحب درتصحیح المسائل وغیرہ

---

(۳۱) تفسیر فتح العزیز: شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، ص:۱۳۹، تحت سورۂ انشقت، مطبع العلوم دہلی ۱۲۶۷ھ

(۳۲) آپ کی ولادت ۱۱۹۳ھ سے قبل ہوئی، اپنے اسلاف کی شہرۂ آفاق درسگاہ مدرسہ رحیمیہ میں تدریسی خدمات انجام دیں، اپنے چچازاد بھائی شاہ اسماعیل دہلوی کے افکارونظریات کے ردمیں دورسالے تالیف فرمائے، حجۃ العمل فی ابطال الجہل ، اوررسالہ درتحقیق استعانت، جامع مسجد دہلی کے مشہورتاریخی مناظرے میں مولانا اسماعیل دہلوی اورمولانا عبدالحی بڈھانوی کے مقابلے میں علمائے اہل سنت کے ساتھ آپ نے بھی سرگرمی سے حصہ لیا، علامہ فضل حق خیرآبادی نے جب شاہ اسماعیل دہلوی کے رد میں تحقیق الفتویٰ لکھی تو اس پر دیگر علمائے دیلی کے ساتھ آپ نے بھی تائیدی دستخط فرمائے، ۱۲۵۹/۱۸۴۳ء میں وفات پائی۔ دیکھیے: شاہ ولی اللہ اوران کا خاندان: حکیم محمود احمد برکاتی ص ۱۸۳تا۱۸۶، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، دہلی ۱۹۹۲

بخوبی ثابت کردیدہ است پس مقصود قائل اگر معنی اول است دراں کلام نیست و نہ کسے مدعی آن و اگر معنی دویم ارادہ کردہ است شک نیست در خروج اوازاہل حق و دخول در مذہب نجدیہ کہ کافہ علماے عرب وعجم خصوص دریں مسئلہ ضلال او بادلہ قطعیہ ثابت کردہ اند۔

ترجمہ: اس جگہ ایک قابل تنبیہ بات یہ ہے کہ غیر خدا سے استعانت اس طریقہ پر کرنا کہ اس کو خالق عون اور تصرف میں مستقل بالذات ماننا تو یہ حرام ہے اور اگر اسے عون الٰہی کا مظہر سمجھ کر استعانت کی تو یہ جائز ہے اور اس قسم کی استعانت صحابہ کرام کے مقدس گروہ سے لے کر حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب اور حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب تک تصحیح المسائل وغیرہ کتب میں بہت اچھی طرح ثابت کی جا چکی ہے۔ لہٰذا اگر (منکر استعانت) قائل کا مقصد پہلے والے معنی ہیں تو اس (پہلے والے معنی کے حرام وکفر ہونے) میں کوئی کلام نہیں اور اس معنیٰ کا کوئی مدعی بھی نہیں اور اگر قائل نے دوسرے معنیٰ کا ارادہ کیا ہے (یعنی غیر اللہ کو عون الٰہی کا مظہر سمجھ کر استعانت کو حرام وکفر کہا ہے) تو اس قائل کے اہل حق کی جماعت سے نکلنے اور نجدی فرقہ کے اندر داخل ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں کیوں کہ تمام عرب وعجم کے علماے کرام نے خاص طور سے اسی مسئلہ میں قطعی دلائل کے ساتھ اس کی گمراہی ثابت کر دی ہے۔ (۳۳)

(۶) حضور انور ﷺ کے نقش پا کا معجزہ -

علامہ احمد بن محمد القسطلانی علیہ الرحمہ اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''المواہب اللدنیہ'' میں حضور علیہ السلام کے نقش پا کے معجزہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

---

(۳۳) مسئلہ توسل واستعانت پر تحقیقی اور تفصیلی بحث کے لیے دیکھیے مصنف کی کتاب ''احقاق حق''، ترجمہ وتحقیق از راقم الحروف، تاج الفحول اکیڈمی بدایوں۔

أنـه صـلـى الله عليه وسلم كان إذا مشى فى الصخر غاصت قدماه فيه كما هو مشهور قديماً و حديثا على الألسنة. (۳۴)

ترجمہ: حضور انور ﷺ جب پتھر پر چلتے تھے تو آپ کے دونوں قدم مبارک اس پتھر میں اثر فرماتے جیسا کہ زمانۂ قدیم اور موجودہ عہد میں زبانوں پر مشہور ہے۔

حضور کے نقشِ پا کے معجزہ کا ذکر علامہ محمد رہاوی نے کتاب المعجزات میں اور قاضی دیار بکری نے تاریخ خمیس میں علامہ فخر الدین الرازی سے نقل کیا ہے اور امام جلال الدین سیوطی نے انموذج اللبیب، امام رزین العبدری صاحب صحاح نے خصائص میں، اور علامہ حلبی نے ''انسان العیون'' میں امام سبکی کے استشہاد کے ساتھ ذکر فرمایا ہے اور اس معجزہ کا ذکر امام زبری وتلمسانی نے فتح المتعال میں حافظ متولی، ابن سبع اور نیشاپوری کے حوالے سے ذکر فرمایا ہے، شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ اور امام بوصیری نے قصیدۂ ہمزیہ وغیرہ میں ذکر کیا ہے۔ البتہ کتب صحاح ستہ میں حضور کے نقش پا کا معجزہ مذکور نہیں ہے مگر ان میں اور بعض دیگر کتب میں اس کے نہ ہونے اور بعض لوگوں کے اس پر مطلع نہ ہونے کی بنیاد پر اس کا انکار کرنا درست نہیں، جبکہ ائمہ کرام کی ایک جماعت نے اس معجزہ کو وصف شہرت کے ساتھ ذکر کیا ہے اور اسے قبول کر کے اس کے منکر پر نکیر قائم فرمائی ہے۔

اس معجزے کے انکار کی بنا فقط (۳۵) اس پر ہے کہ یہ معجزہ مواہب لدنیہ وغیرہ کتب سیر سے ثابت نہیں ہے اسی وجہ سے صاحب سیرت شامیہ نے لکھ دیا ہے کہ ''اس معجزہ کا وجود حدیث اور کتب تواریخ میں نہیں'' اور جب اہل ایمان نے خود مواہب لدنیہ اور دیگر معتبر کتب سے اس

---

(۳۴) المواهب اللدنية ۲/ص:۶۳۰ پور بندر گجرات ۲۰۰۱ء

(۳۵) اس معجزے کے رد میں یہ اور اس کے بعد والی دلیل میاں سید نذیر حسین دہلوی صاحب نے دی تھی، انہوں نے اس کے رد میں ایک فارسی رسالہ ''الدلیل المحکم فی نفی اثر القدم'' تصنیف کیا، یہ رسالہ ذی الحجۃ ۱۲۶۶ھ میں تالیف کیا گیا اور ربیع الاول ۱۲۶۷ھ میں فخر المطابع دہلی سے شائع ہوا، اس کے رد میں مولانا محمد کریم اللہ شاہجہان آبادی (م:۱۲۹۱) نے ''برہان محکم علی خذلان من نفی اثر القدم'' (مطبع دارالسلام دہلی رجب ۱۲۶۷ھ) اور مولانا محمد فرید الدین دہلوی (م:۱۲۷۰) نے ''السیف المسلول علی من انکر اثر قدم الرسول'' (مطبع اردو اخبار دہلی ۱۲۶۷ھ) تالیف کی۔

معجزہ کو ثابت کر دیا تو منکر کے دعویٰ کی بنیاد جڑ سے اکھڑ گئی۔ صاحب سیرت شامیہ کا اس معجزہ کو کتب حدیث و تاریخ میں نہ پانا ہمارے مطلوب کے لیے ضرر رساں نہیں کیونکہ ان کے استاذ امام جلال الدین سیوطی نے اسے صاحب صحاح امام رزین کی خصائص میں پایا اور اپنی کتاب ''انموذج'' میں ذکر کیا، اور علامہ حلبی و تلمسانی نے حلبی پر تعریض کی اور اس کو حلبی کے معتبر اور مستند (امام سیوطی) ہی سے ثابت کر دیا۔

منکر کی دوسری دلیل یہ کہ امام قاضی بیضاوی، امام فخر الدین رازی صاحب تفسیر کبیر، صاحب مدارک، نیشاپوری، حسینی و جواہر وغیرہ نے لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم کا پتھر پر اثر اور اس کا زمانۂ دراز تک قائم و باقی رہنا حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ السلام کا خاصہ ہے۔ اس سے قطع نظر کہ یہاں بیضاوی، حسینی اور صاحب جواہر کا نام ذکر کر کے منکر نے ان پر اتہام کیا ہے (کیونکہ ان حضرات نے یہ بات نہیں لکھی) میں عرض کرتا ہوں کہ منکر کے کلام کے سیاق و سباق سے ظاہر ہو رہا ہے کہ اس کو صرف اسی خصوصیت سے انکار نہیں بلکہ وہ اس قاعدۂ کلیہ (جو جامع معجزات کثیرہ ہے) کا منکر ہے کہ ''جو بھی خصوصیت کسی نبی کو دی گئی اس کا مثل ہمارے حضور ﷺ کو ضرور دیا گیا''۔

مواہب لدنیہ کے چوتھے مقصد کی دوسری فصل میں یہ قاعدہ موجود ہے اور گویا پوری فصل اسی قاعدے کی فروع کے بیان میں ہے، مثلاً لکھتے ہیں:

واما ما اعطیہ سلیمان علیہ السلام من کلام الطیر وتسخیر الشیاطین والریح والملک الذی لم یعطیہ احد من بعدہ فقد اعطی سیدنا محمد ﷺ مثل ذلک وزیادۃ(۳۶)

وہ جو حضرت سلیمان علیہ السلام کو خصوصیت دی گئی مثلاً پرندوں سے کلام کرنا، جنات اور ہوا کی تسخیر اور بادشاہت وغیرہ ان کے بعد کسی اور کو نہیں دی گئی، لیکن وہی خصوصیت بلکہ اس سے بڑھ کر حضور ﷺ کو عطا کی گئی۔

---

(۳۶) المواھب اللدنیۃ: ج۲، ص۵۹۲، پوربندر گجرات ۲۰۰۱ء

اور معجزہ نقش قدم کا حضرت ابراہیم کا خاصہ ہونا اس بات کے منافی نہیں ہے کہ ویسا ہی معجزہ اس ذات گرامی کو دیا جائے کہ جس کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہو کہ وہ تمام انبیا علیہم السلام کی خصوصیتوں کی جامع ہے بلکہ حضور علیہ السلام کی یہ خصوصیت تو تقاضا کر رہی ہے کہ آپ بھی حضرت ابراہیم کی مذکورہ خصوصیت کے حامل ہوں، دیکھو صاحب مواہب امام قسطلانی حضرت ابراہیم کے معجزۂ نقش قدم کو حضور ﷺ کے معجزۂ قدم کی تائید میں لائے ہیں اور آخر میں لکھتے ہیں:

اذما خص نبی بشی من المعجزات والکرامات الا ولنبینا ﷺ مثله کما نصوا علیه(۳۷)

اس لیے کہ جو بھی معجزہ یا بزرگی کسی نبی کو ملی اس کی مثل ہمارے نبی ﷺ کے لیے ثابت ہے جیسا کہ علما نے بیان کیا ہے۔

منکر اعجاز کی دلیل کا مدار لفظ ''خاصہ'' پر ہے، جو مفسرین کے کلام میں وارد ہوا ہے، مفسرین کے امام امام رازی ہیں اور صاحب تاریخ خمیس نے انہیں امام ہمام (رازی) سے یہ معجزہ نقل کیا ہے۔

(۷) کیا تعزیہ قصداً یا بلا قصد دیکھنا کفر ہے -

(۸) کیا ہولی دیکھنے یا دسہرہ میں جانے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے ؟ -

اہل سنت و جماعت کے نزدیک ایمان و کفر تصدیق و تکذیب کا نام ہے جو دل کا فعل ہے اور زبان سے اقرار کرنا ایک زائد رکن ہے یا زبان سے اقرار کرنا دنیا میں اجرائے احکام کے لیے شرط ہے اور باطل فرقوں میں سے خوارج کے نزدیک تصدیق مع الطاعت کا نام ایمان ہے لہٰذا ہر گناہ کو وہ کفر بتاتے ہیں اور ہر معصیت ان کے نزدیک شرک ہے خوارج کا یہ گمراہ عقیدہ چونکہ حد شہرت کو پہنچ چکا ہے لہٰذا اس کی سند کی حاجت نہیں ہے۔

قائل نے فقط آنکھ کے فعل یعنی دیکھنے پر کفر کا حکم لگا دیا خواہ دل کی تصدیق ہو یا نہ ہو قائل کا یہ قول اس کے اہل سنت و جماعت کے دائرہ سے خارج ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ

---

(۳۷) مرجع سابق: ج ۲، ص ۵۹۲

تعزیہ کے بارے میں یہ فرض کیا جاسکتا ہے کہ چونکہ قوم اس کی عبادت کرتی ہے اس لیے اس کے دیکھنے سے کفر لازم آئے گا، تو قائل کا یہ حکم لگانا بھی باطل ہے ورنہ اس سے تو یہ لازم آئے گا کہ چاند سورج کا دیکھنا، گنگا جمنا کو دیکھنا اور اس کا پانی پینا کفر ہو حالانکہ زمانۂ بعثت سے لے کر فتح مکہ تک ہجرت سے پہلے اور ہجرت کے بعد بھی حضور اکرم ﷺ کا عمرہ کرنے آنا اور صحابہ کا اس زمانہ میں حج کرنے آنا اور فتح مکہ کے روز حضور اور تمام صحابہ کا ان باطل معبودوں کو دیکھنا ظاہر ہے، حج کی فرضیت کے بعد فتح مکہ سے پہلے جب صحابہ کرام حج کی ادائیگی کے لیے آئے اساف و نائلہ (جو بتوں کے نام ہیں) کی وجہ سے صفا اور مروہ پر سعی کرنے میں کچھ تامل ہوا تو آیت کریمہ **فلا جناح علیه ان یطوف بهما** (۳۸) نازل ہوئی۔

ہاں البتہ فقہ کی کتابوں میں مشرکین کی عیدوں میں بقصد تعظیم جانے اور ان کے افعال میں موافقت کرنے کو کفر لکھا ہے، طحطاوی میں ہے:

ویکفر باتیانه عید المشرکین تعظیما (۳۹)

ترجمہ: آدمی کا مشرکین کی عید میں تعظیماً جانا کفر ہے۔

عالمگیری میں ہے

(یکفر) بخروجه الی نیروز المجوس لموافقته معهم فیما یفعلون فی ذلک الیوم وبشرائه یوم النیروز شیئًا لم یکن یشتریه قبل ذلک تعظیما للنیروز لا للاکل والشرب وباهدائه ذلک الیوم للمشرکین ولو بیضة تعظیما لذلک لاباجابة دعوة مجوسی حلق رأس ولده. (۴۰)

ترجمہ: اس شخص کی تکفیر کی جائے گی جو مجوسیوں کے جشن نیروز میں جائے

---

(۳۸) البقرۃ:۱۵۸

(۳۹) حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار: ج:۲/ص:۴۷۹، دار المعرفة للطباعة والنشر بیروت لبنان

(۴۰) الفتاوی العالمگیریہ، ج:۲/ص:۲۷۷، الباب التاسع فی احکام المرتدین۔

> ان کی ان کاموں میں موافقت کی غرض سے جو وہ اس دن کرتے ہیں اور نیروز کی تعظیم کے قصد سے کوئی ایسی چیز خریدے جو اس نے اس سے پہلے نہیں خریدی نہ کہ اس چیز کو کھانے پینے کے لیے، اسی طرح اس دن مشرکوں کو اس دن کی عظمت کی وجہ سے کوئی ہدیہ وغیرہ دینے سے بھی کفر ہو جائے گا اگر چہ تحفہ میں ایک انڈا ہی دیا ہو، مجوسی کی دعوت جو وہ اپنے لڑکے کے سر منڈانے میں کرے تو اس دعوت میں جانے والے کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔

اسی طرح دیگر فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے۔

شام کے شہروں میں یہ رسم تھی کہ مسافر کافروں کے عبادت خانوں میں ٹھہرتے تھے جیسا کہ یہ ابھی تک ہندوستان کے جنوبی شہروں میں رائج ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے وہاں کے ذمی کافروں سے یہ عہد نامہ لکھوایا کہ وہ مسلمان مسافروں کو اپنے عبادت گھروں میں ٹھہرنے سے منع نہیں کریں گے یہ روایت طحطاوی وغیرہ معتبر کتب میں موجود ہے اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ مسلمان کو مجوسی سے اس کی آگ روشن کرنے کے عوض مزدوری لینے میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ خلاصہ میں لکھا ہے، نوادر ہشام میں امام محمد سے مروی ہے کہ: ''گھر یا خیمہ کو تصاویر یا بت سازی کے لیے کرایہ پر دینا مکروہ ہے، لیکن کرایہ پر دینے والا اس کی اجرت کا مستحق ہے''۔ ہشام کہتے ہیں کہ یہ اس صورت میں ہے کہ جب اصباغ اجیر کی جانب سے ہو جیسا کہ ذخیرہ میں ہے، نیز اگر گھر بت سازی کے لیے کرایہ پر دیا جائے اور اس میں اصباغ مستاجر کی جانب ہو تو اجرت جائز نہیں ہے، جیسا کہ سراجیہ میں ہے اور کسی مسلمان کا کسی ذمی کے یہاں عبادت خانہ اور کلیسہ بنانے کے لیے مزدوری کرنا جائز ہے اور اس کی مزدوری حلال ہے جیسا کہ محیط میں ہے۔

صحیح بخاری میں ہے:

باب الاسواق التی کانت فی الجاھلیة فتبایع بھا الناس فی

الاسلام (۴۱)

ترجمہ: یہ باب ان بازاروں کے بیان میں جو زمانۂ جاہلیت میں تھے اور لوگ زمانۂ اسلام میں بھی ان بازاروں میں خرید وفروخت کرتے تھے۔

فتح الباری میں علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

زمانۂ جاہلیت کے افعال اور گناہوں کی جگہوں میں طاعت وفرماں برداری کے کام کرنے کی ممانعت نہیں ہے۔

اور اس باب میں جو حدیث مروی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا:

كانت عكاظ و مجنة و ذو المجاز اسواقا فى الجاهلية فلما كان الاسلام تأثموا من التجارة فيها فانزل الله ليس عليكم فى مواسم الحج قرأ ابن عباس كذا. (۴۲)

ترجمہ: عکاظ مجنّہ اور ذوالمجاز زمانۂ جاہلیت میں بازار تھے جب اسلام آیا تو مسلمانوں نے ان بازاروں میں تجارت کرنا برا سمجھا تو اللہ نے حکم نازل فرمایا کہ حج کے موسم میں ان بازاروں میں تجارت کرنے میں تم پر کوئی حرج نہیں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی پڑھا ہے۔

عینی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ان بازاروں میں جانا اور کپڑا خریدنا ثابت ہے۔

صحیح بخاری میں ہے:

عن جابر بن عبدالله انه سمع رسول الله ﷺ يقول عام الفتح وهو بمكة ان الله و رسوله حرم بيع الخمر والميتة والخنزير والاصنام. (۴۳)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے فتح

---

(۴۱) صحیح بخاری: كتاب البيوع، باب الاسواق التى كانت فى الجاهلية فتبايع بها الناس فى الاسلام۔

(۴۲) مرجع سابق

(۴۳) صحیح بخاری: كتاب البيوع، باب بيع الميتة والاصنام۔

مکہ کے سال حضور ﷺ کو مکہ مبارکہ میں فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ اور اس کے رسول نے شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی تجارت کو حرام کر دیا۔

فتح الباری میں ابن حجر عسقلانی حدیث مذکور کے تحت لکھتے ہیں:

والعلة فی منع بیع الاصنام عدم المنفعة المباحیة فعلی هذا ان کانت بحیث اذا کسرت ینتفع بر ضاضها جاز بیعها عند بعض العلماء من الشافعیة وغیرهم والاکثر علی المنع حملا للنهی علی ظاهره والظاهر أن النهی عن بیعها للمبالغة فی التنفیر عنها ویلتحق بها فی الحکم الصلبان التی تعظمها النصاری ویحرم نحت جمیع ذلک وصنعته. (۴۴)

ترجمہ: بیع اصنام کی ممانعت کی وجہ ان سے منفعت مباحیہ کا نہ ہونا ہے، لہذا اس تقدیر پر ایسے بت جو ٹوٹنے کے باوجود اپنے ریزوں کے ذریعہ نفع کا سبب بنے تو ان بتوں کی بیع بعض شوافع اور دیگر علما کے نزدیک جائز ہے لیکن اکثر علمائے کرام حدیث میں وارد نہی کو اس کے ظاہر پر محمول کرتے ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ بیع اصنام میں نہی بتوں سے نفرت دلانے کے باعث بطور مبالغہ مستعمل ہے اور یہی حکم صلیبوں کا ہے جس کی نصاری تعظیم و تکریم کرتے ہیں ان تمام بتوں اور صلیبوں کی صنعت حرام ہے۔

دیکھنا چاہیے کہ بت بنانا کفر نہیں ہے اور بتوں کی خرید و فروخت کے جواز میں اختلاف موجود ہے، بت خانہ بنانے کی مزدوری اور مجوسیوں کے عبادت خانہ کی آگ روشن کرنا تو جائز ہو اور تعزیہ کو قصداً یا بلا قصد دیکھنا کفر ہو جائے؟۔

تعزیہ کو قصداً یا بلا قصد دیکھنے کو کفر کہنے والے قائل کے شریعت محمدیہ کی مخالفت کرنے میں کوئی شک و شبہ نہیں۔

---

(۴۴) فتح الباری شرح صحیح بخاری: ابن حجر عسقلانی ج:۴/ص:۴۲۶، دار المعرفۃ بیروت ۱۳۷۹ھ

(۹) کیا کعبہ شریف اور مدینہ منورہ کے خطہ کو کوئی بزرگی حاصل نہیں ؟ -

کعبہ شریفہ اور مدینہ منورہ کے خطہ کی بزرگی کا انکار کرنا صرف مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی عظمت کا انکار نہیں ہے بلکہ قرآن وحدیث کا انکار اور اس کو ہلکا سمجھنا ہے اور اللہ اور اس کے رسول سے مخاصمت کرنا ہے، قرآن اور حدیث ان دونوں جگہوں کی بزرگی کے بیان سے پُر ہے۔

اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

(۱) وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِلنَّاسِ وَاَمْنًا. (۴۵)

ترجمہ: اور یاد کرو ہم نے گھر کو (خانۂ کعبہ کو) مرجع انام اور جائے امن بنا دیا

(۲) وهذا البلد الامين. (۴۶)

ترجمہ: قسم ہے اس امن دینے والے شہر کی۔

(۳) رَبَّنَا اِنِّیْ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِیْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ (۴۷)

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار! میں نے اپنی اولاد کو تیرے مقدس گھر کے پاس اس وادی میں بسا دیا جس میں کوئی کھیتی باڑی نہیں ہے۔

(۴) اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَّهُدًى لِّلْعَالَمِيْنَ فِيْهِ اٰيٰتٌ بَيِّنٰتٌ مَقَامُ اِبْرَاهِيْمَ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا وَّمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنِ الْعَالَمِيْنَ. (۴۸)

ترجمہ: سب سے پہلا گھر جو لوگوں کے لیے بنایا گیا یقیناً وہ مکہ مکرمہ میں

---

(۴۵) البقرۃ:۱۲۵

(۴۶) التین:۳

(۴۷) ابراہیم:۳۷

(۴۸) آل عمران:۹۷

ہے جو برکت والا اور سارے جہان کے لیے ہدایت ہے اس میں کھلی ہوئی نشانیاں اور مقام ابراہیم ہے تو جو شخص اس میں داخل ہو جاتا ہے وہ محفوظ ہے اور اللہ کے لیے ان لوگوں پر حج کرنا فرض ہے جو اس تک پہنچنے کی استطاعت رکھتے ہیں اور جس نے انکار کیا تو اللہ سارے جہان سے بے نیاز ہے۔

(۵) وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ. (۴۹)

ترجمہ: اور جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم وتکریم کرتا ہے تو یہ تعظیم دلوں کی پرہیزگاری ہے۔

مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی عظمت و فضیلت احادیث مبارکہ کی روشنی میں :

(۱) قال رسول اللّٰہ ﷺ لمکة ما اطیبک من بلد واحبک الیّ ولو لا ان قومی اخرجونی منک ما اسکنت غیرک. (۵۰)

ترجمہ: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے شہر مکہ! تو ہر شہر سے اچھا اور سب سے زیادہ مجھے پسندیدہ ہے اگر میری قوم مجھے تیری حدود سے باہر نہ کرتی تو میں تیرے علاوہ کہیں سکونت پذیر نہیں ہوتا۔

(۲) قال رسول اللّٰہ ﷺ واللّٰہ انک خیر ارض اللّٰہ ولو لا انی اخرجت منک ما اخرجته. (۵۱)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خدا کی قسم اے مکہ تو اللہ کی بہترین زمین ہے اگر مجھے تجھ سے باہر نہ کیا جاتا تو میں تجھے چھوڑ کر کبھی نہ جاتا۔

(۳) وقال رسول اللّٰہ ﷺ لا تزال ھذہ الامة بخیر ما عظموا

---

(۴۹) الحج:۲۲

(۵۰) سنن الترمذی: کتاب المناقب : باب فی فضل مکة

(۵۱) مسند احمد بن حنبل: ج۴، ص۳۰۵، مؤسسة قرطبه القاھرہ

هذه الحرمة حق تعظيمها فاذا ضيعوا ذلک هلکوا. (۵۲)

ترجمہ: اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا امت جب تک اس حرم کی تعظیم وتکریم کرتی رہے گی خیر و برکت میں رہے گی اور تعظیم نہیں کرے گی تو ہلاکت مقدر بن جائے گی۔

(۴) قال رسول اللّٰه ﷺ انی احرم ما بین لا بتی المدینة ان یقطع عضاهها اویقتل صیدها وقال المدینة خیر لهم لو کانو یعلمون لایدعها رغبة الا ابدل اللّٰه فیها من هو خیر منه ولا یثبت احد علی لا وائها وجهدها الا کنت شفیعاله یوم القیمة. (۵۳)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں مدینے کی دونوں پتھریلی جانبوں کے درمیان کوحرم قرار دیتا ہوں کہ اس میں کوئی درخت کاٹا جائے یا اس کے جانور کا شکار کیا جائے۔لوگ اگر جانتے تو کسی غرض کو خاطر بھی اس کو نہ چھوڑتے مگر یہ کہ اللہ ان کو مدینہ میں اس سے بہتر عطا فرماتا، جوشخص بھی مدینہ کی سختی اور بھوک پر ثابت قدم رہائیں قیامت کے دن اس کا شفیع ہوں گا۔

(۵) وعن ابی سعید الخدری قال رسول اللّٰه ﷺ اللهم ان ابراهیم علیه الصلوة والسلام حرم مکة فجعلها حرما وانی حرمت المدینة حراما مابین مأزمیها ان لا یهراق فیها دم ولا

---

(۵۲) الف: ابن ماجہ: کتاب المناسك ، باب فضل مکة
ب: مصنف ابن ابی شیبہ، ج۳/ص:۲۶۸، مکتبہ الرشد الریاض ۱۴۰۹ھ

(۵۳) الف: صحیح مسلم: کتاب الحج، باب فضل المدینة دعاء النبی ﷺ فیها بالبرکة
ب: سنن البیہقی الکبری: کتاب الحج : باب ماجاء فی حرم المدینة
ج: مسند احمد بن حنبل: ج۱/ص:۱۸۱، مؤسسة قرطبة القاهره

یحمل فیھا سلاح لقتال ولا یخبط فیھا شجرۃ الا لعلف۔ (۵۴)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا اے اللہ! ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم قرار دیا تھا اور میں مدینہ کو حرم بناتا ہوں اس کے دونوں پہاڑوں کے درمیان حرم ہے یہاں خوں ریزی نہ کی جائے، نہ لڑنے کے لیے ہتھیار اٹھائے جائیں، چارہ کے علاوہ یہاں کے درختوں سے کسی اور غرض کے لیے پتے نہ توڑیں جائیں۔

(٦) قال رسول اللہ ﷺ امرت بقریۃ تاکل القری یقولون یثرب وھی المدینۃ تنفی الناس کما تنفی الکیر خبث الحدید (۵۵)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک بستی کی طرف ہجرت کرنے کا مجھے حکم دیا گیا ہے جو تمام بستیوں پر غالب ہوگی جسے لوگ یثرب کہتے ہیں حالانکہ وہ مدینہ ہے، مدینہ برے لوگوں کو اس طرح دور کرتا ہے جس طرح بھٹی لوہے کے زنگ کو دور کرتی ہے۔

(۷) قال رسول اللہ ﷺ لا تقوم الساعۃ حتی تنفی المدینۃ شرارھا کما ینفی الکیر خبث الحدید۔ (٥٦)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ مدینہ برائیوں کو دور کر دے جیسا بھٹی لوہے کے زنگ کو دور کر دیتی ہے۔

(۸) عن عائشۃ بنت سعد قالت سمعت سعدا قال سمعت

---

(۵۴) صحیح مسلم: کتاب الحج، باب الترغیب فی سکنی المدینۃ

(۵۵) بخاری: کتاب الحج، باب فضل المدینۃ وانھا تنفی الناس

(٥٦) مسلم: کتاب الحج، باب المدینۃ تنفی شرارھا

النبی ﷺ یقول لا یکید اھل المدینة احد الا انماع کما ینماع الملح فی الماء. (۵۷)

ترجمہ: حضرت عائشہ بنت سعد سے روایت ہے وہ کہتی ہیں میں نے حضرت سعد کو فرماتے سنا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضور نے فرمایا جو بھی مدینہ والوں کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے وہ ایسے گھل جائے گا جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

(۹) من استطاع ان یموت فی المدینة فلیمت بھا فانی اشفع لمن یموت بھا (۵۸)

ترجمہ: تم میں سے جو اس کی استطاعت رکھتا ہو کہ مدینہ میں اس کو موت آئے تو اس کو مدینہ میں مرنا چاہیے، اس لیے کہ جو مدینہ میں مرے گا میں اس کا شفیع ہوں گا۔

(۱۰) وعن ابی ھریرة قال قال رسول اللّٰہ ﷺ انّ الایمان لیأرز الی المدینة کما تا رزالحیة الی حجرھا. (۵۹)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایمان مدینہ میں سمٹ جائے گا جیسا کہ سانپ اپنے بل میں سمٹ جاتا ہے۔

(۱۱) قال عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ عنه سمعت رسول اللّٰہ ﷺ وھو بواد العتیق یقول اتانی اللیلة آت من ربی فقال

---

(۵۷) بخاری: کتاب الحج، باب اثم من کاد اھل المدینة

(۵۸) ترمذی: کتاب المناقب، باب فی فضل المدینة

(۵۹) الف: صحیح بخاری : کتاب الحج، باب الایمان یأرزالی المدینة

ب: صحیح مسلم: کتاب الایمان : باب بیان أن الاسلام غریبا و سیعود غریباً وإنه یأرزبین المسجدین

ج: ابن ماجہ: کتاب المناسك، باب فضل المدینة

د: مسند احمد بن حنبل: ج۲/ص:۲۸۶، مؤسسة قرطبة القاھرہ

صل فی ھذا الوادی المبارک . (٦٠)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جس وقت آپ وادئ عتیق میں تھے، کہ میرے پاس میرے رب کی جانب سے ایک آنے والا آیا اور مجھ سے کہا کہ اس مبارک وادی میں نماز پڑھیے۔

یہ تمام احادیث مشکوٰۃ شریف میں مروی ہیں۔ خدا اور اس کے رسول ﷺ سے عناد رکھنے والے شخص نے جو دلیل پیش کی ہے کہ ''اس سرزمین پر ظلم ہوتا ہے'' بالفرض محال اگر وہاں ظلم ہوتا بھی ہو تو یہ مدینہ و مکہ کی عظمت و بزرگی کے انکار کی دلیل نہیں ہوسکتی کیونکہ ساکنین مکہ کی جانب سے عہد رسول انور ﷺ میں وہ ظلم و ستم وقوع پذیر ہوا جو وجود آدم سے اب تک نہیں ہوا اور اس کی صراحت تفسیر عزیزی میں **لا اقسم بھذا البلد وانت حل بھذا البلد.** آیت کے تحت مذکور ہے، اس ظلم و جور کے باوجود بھی مکہ معظّمہ کی بزرگی و عظمت ختم نہیں ہوئی جیسا کہ تفسیر عزیزی میں آیت مقدسہ **انّ الصفا والمروۃ من شعائر اللّٰہ** کے تحت ذکر کیا گیا۔ خانۂ کعبہ اس وقت بھی قبلہ و مطاف تھا جبکہ وہ کفار کے غلبہ کے باعث بت کدہ بنا ہوا تھا کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ **ما بالذات لایزول بما بالغیر** یعنی ذاتی فضیلت غیر کے باعث زائل نہیں ہوتی۔ اسی طرح صفا اور مروہ دونوں پہاڑیوں پر مکہ کے جاہلوں نے اساف و نائلہ نامی دو بتوں کو رکھ کر پوجنا شروع کردیا تو ان کے اس شرک سے ان پہاڑیوں کے شعائر اللہ ہونے میں کچھ فرق نہ آیا اور ان پہاڑیوں کی عظمت زائل نہیں ہوئی اس لیے کہ جوہر ذاتی وہ ہے جو غیر کے سبب زائل نہ ہو۔

مدینہ منورہ کو ظلم و ستم کی سرزمین کہنے والے جاہل بے دین شخص نے مصر و عراق کے بلوائیوں کو مدینہ منورہ کا رہنے والا سمجھ لیا ہے حالانکہ مدینہ میں مہاجر و انصار تھے ان کی جانب

---

(٦٠) الف: صحیح بخاری: کتاب الحج، باب قول النبی ﷺ العتیق واد مبارک

ب: صحیح ابن خزیمہ: کتاب المناسك، باب استحباب الاستقبال بالراحۃ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی نسبت کرنا رافضیوں کا شیوہ ہے۔ تحفۂ اثنا عشریہ میں شاہ عبدالعزیز صاحب نے رافضیوں کے وہ طعن نقل کیے ہیں جو وہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کرتے ہیں، ان میں دسواں طعن یہ ہے کہ ''تمام صحابہ ان کے (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے) قتل پر راضی تھے''، اس کے جواب میں شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ ''یہ ایسا صریح جھوٹ اور بہتان ہے کہ جو بچوں پر بھی مخفی نہیں''۔ (٦١)

ساکنان مکہ نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ہاتھ پر بیعت کی تھی، اور آپ کا قتل حجاج بن یوسف ثقفی نے کیا جو شام کے لشکر کا سپہ سالار تھا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اہل کوفہ کی درخواست اور طلب پر وہاں تشریف لے گئے تھے اور اہل مکہ نے اس وقت از روئے مشورہ اور مصلحتاً کوفہ جانے سے روکا تھا ہر عام و خاص ان واقعات کو جانتا ہے مگر ان ظاہری و باطنی اندھے حرمین شریفین کی عظمت و بزرگی کے شامتِ انکار کے باعث اس راہ پر لگا دیا۔ حرمین شریفین کی بزرگی و عظمت کے منکرین، ساکنینِ حرمین کے دشمن، چھوٹے، جاہل، باطل پرست، بدعتی، دین میں تحریف کرنے والے، مسلمانوں کے سواد اعظم کی تکفیر کرنے والے، قرآن وحدیث کے مقابل ایک نیا مذہب گڑھنے والے ہرگز دین محمدی کے عالم نہیں بلکہ دین محمدی کے دشمن اور شریعت احمدی کی مخالفت کرنے والے ہیں۔

سبحان اللہ تعجب کا مقام ہے کہ کفار نے حضور ﷺ کو مکہ سے نکال دیا تو بھی اس کی بزرگی میں کوئی حرج واقع نہیں ہوا بلکہ اسی زمانے میں کعبہ کو اعلیٰ درجہ کی بزرگی یہ حاصل ہوئی کہ اسے قبلہ بنا دیا گیا، اللہ رب العالمین کی طرف سے اکثر آیات کا نزول اسی زمانے میں ہوا، عین اسی زمانے میں کعبہ شریف کی فضیلت و بزرگی پر حضور سید المرسلین کے پاکیزہ ارشادات ظاہر ہوئے۔ دین میں فساد برپا کرنے والے ملحدین نے خانۂ کعبہ کو بزرگی سے معزول کر دیا ایسے لوگوں کی گمراہی پر ہر زمانہ کے ائمہ کرام اور اہل حل وعقد کا اتفاق ہے اور چاروں مذاہب کے افتا و قضا کی رو سے ان لوگوں کی گمراہی پر مسلمانوں کے سواد اعظم خیر الامم کا اجماع ہے۔

---

(٦١) تحفۂ اثنا عشریہ: ٥٢٠، مطبع ثمر ہند لکھنؤ ١٢٩٥ھ

خلاصۂ کلام - اب جاننا چاہیے کہ ان مذکورہ باتوں کا قائل اہل سنت و جماعت کا مخالف اور جماعت اہل سنت سے خارج ہے اور فرق باطلہ جیسے خوارج، روافض وغیرہ اہل بدعت کے فرقوں میں داخل ہے اس کی اقتدا میں نماز پڑھنا اور اس کے ہاتھ پر بیعت کرنا کسی خارجی یا کسی رافضی کے پیچھے نماز پڑھنے اور اس کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے مثل ہے۔ **واللّٰہ اعلم بالصواب.**

کتبہ

فضل الرسول

اهب الله عليه قبول القبول

اصل فتوی پر جن معتبر و معتمد علما کے دستخط اور مہریں ثبت ہیں ان کے اسمائے گرامی یہاں نقل کیے جاتے ہیں تا کہ عام مومنین اور دین متین کے متبعین کے واسطے جواب کی حقیقت و درستگی ظاہر ہو جائے۔

۱۔ جناب مولانا مفتی محمد صدر الدین صاحب صدر الصدور شہر شاہجہاں باد **دام اجلاله**

۲۔ جناب مولانا مولوی سید محمد صاحب مدرس مدرسۂ عربی دہلی دام فیوضہ

۳۔ حضرت شاہ احمد سعید صاحب

۴۔ جناب مولوی محمد مظہر صاحب

۵۔ جناب مولوی محمد عمر صاحب

۶۔ جناب مولوی کریم اللہ صاحب

۷۔ مولوی محمد فرید الدین صاحب واعظ جامع مسجد

۸۔ حکیم محمد امام الدین خاں صاحب

۹۔ جناب حکیم محمد احسن اللہ خاں صاحب

۱۰۔ قاضی احمد الدین صاحب

۱۱۔ قاضی محمد علی صاحب

۱۲۔ مولوی محمد عزیز الدین صاحب

۱۳۔ مولوی تفضّل حسین خاں صاحب نواسۂ حضرت مولوی رشید الدین خاں صاحب مرحوم

۱۴۔ سید بشیر علی صاحب امروہوی

۱۵۔ جناب مولوی حیدر علی صاحب مصنف منتہی الکلام

یقیناً وہابیہ کے واعظین نے اپنا قدم دائرۂ اہل سنت و جماعت سے نکال کر وادیٔ اعتزال و رفض وخروج میں رکھا ہے اور کیا اچھا یہ کہا گیا ہے کہ واعظ شہر کو کبھی لوگ اپنا بادشاہ جانتے ہیں اور ہمارا قول یہ ہے کہ وہ آدمی بھی نہیں ہے بحمد اللہ مذہب حق میں ابھی ایسے علما ہیں جو احقاق حق میں مشغول ہیں

حیدر علی عفی عنہ

۱۶۔ مولانا دلدار بخش صاحب

جواب کی حقیقت اظہر من الشّمس ہے اور ہمیشہ سے یہی مشرق ومغرب میں اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے۔

دلدار بخش عفی عنہ

۱۷۔ مولانا حسن الزماں صاحب

تمام جواب صحیح و درست ہیں اور اس کے منکرین ذلیل وخوار مردود الخطاب اور عتاب کے مستحق ہیں۔

حررہ العبد المفتاق الی رحمۃ اللہ الصمد

حسن الزماں محمد عفی عنہ

بسلسلۂ جشنِ زرّیں

مطبوعات تاج الفحول اکیڈمی بدایوں

۱۔ احقاق حق (فارسی)

سیدنا شاہ فضل رسول قادری بدایونی — ترجمہ وتخریج، تحقیق: مولانا اسید الحق قادری

۲۔ عقیدۂ شفاعت کتاب وسنت کی روشنی میں

سیدنا شاہ فضل رسول قادری بدایونی — تسہیل وتخریج: مولانا اسید الحق قادری

۳۔ سنت مصافحہ (عربی)

تاج الفحول مولانا شاہ عبد القادر قادری بدایونی — ترجمہ وتخریج: مولانا اسید الحق قادری

۴۔ الکلام السدید (عربی)

تاج الفحول مولانا عبد القادر قادری بدایونی — ترجمہ: مولانا اسید الحق قادری

۵۔ طوالع الانوار (تذکرۂ فضل رسول)

مولانا انوار الحق عثمانی بدایونی — تسہیل وترتیب: مولانا اسید الحق قادری

۶۔ مردے سنتے ہیں

مولانا عبد القیوم شہید قادری بدایونی، — ترتیب وتخریج: مولانا دلشاد احمد قادری

۷۔ مضامین شہید

مولانا عبد القیوم شہید قادری بدایونی — ترتیب وتخریج: صاحبزادہ مولانا عطیف قادری بدایونی

۸۔ ملت اسلامیہ کا ماضی حال مستقبل

مولانا عبد القیوم شہید قادری بدایونی — ترتیب وتقدیم: مولانا اسید الحق قادری

۹۔ عرس کی شرعی حیثیت

مولانا عبد الماجد قادری بدایونی — ترتیب وتخریج: مولانا دلشاد احمد قادری

۱۰۔ فلاح دارین

مولانا عبد الماجد قادری بدایونی، — ترتیب وتخریج: مولانا دلشاد احمد قادری

۱۱۔ خطبات صدارت

عاشق الرسول مولانا عبد القدیر قادری بدایونی — ترتیب وتقدیم: مولانا اسید الحق قادری

۱۲۔ مثنوی غوثیہ

عاشق الرسول مولانا عبد القدیر قادری بدایونی — ترتیب وتقدیم: مولانا اسید الحق قادری

۱۳۔ عقائد اھل سنت

مولانا محمد عبد الحامد قادری بدایونی تخریج وتحقیق: مولانا دلشاد احمد قادری

۱۴۔ دعوت عمل مولانا محمد عبد الحامد قادری بدایونی

۱۵۔ احکام قبور

مفتی محمد ابراہیم قادری بدایونی تخریج وتحقیق: مولانا دلشاد احمد قادری

۱۶۔ ریاض القرأت

مفتی محمد ابراہیم قادری بدایونی ترتیب: قاری شان رضا قادری

۱۷۔ تذکار محبوب

(تذکرۂ عاشق الرسول مولانا عبد القدیر قادری بدایونی)

مولانا عبد الرحیم قادری بدایونی

۱۸۔ مدینے میں (مجموعۂ کلام) تاجدارِ اہل سنت حضرت شیخ عبد الحمید محمد سالم قادری بدایونی

۱۹۔ مولانا فیض احمد بدایونی

پروفیسر محمد ایوب قادری، تقدیم وترتیب: مولانا اسید الحق قادری

۲۰۔ قرآن کریم کی سائنسی تفسیر ایک تنقیدی مطالعہ مولانا اسید الحق قادری

۲۱۔ حدیث افتراق امت تحقیقی مطالعہ کی روشنی میں مولانا اسید الحق قادری

۲۲۔ احادیث قدسیه مولانا اسید الحق قادری

۲۳۔ تذکرۂ ماجد مولانا اسید الحق قادری

۲۴۔ عقیدۂ شفاعت (ہندی) سیدنا شاہ فضل رسول قادری

۲۵۔ عقیدۂ شفاعت (گجراتی) سیدنا شاہ فضل رسول قادری

۲۶۔ دعوتِ عمل (گجراتی) مولانا عبد الحامد قادری بدایونی

۲۷۔ احکام قبور (تمل) مفتی محمد ابراہیم قادری بدایونی

۲۸۔ معراجِ تخیل (ہندی) (مجموعۂ نعت ومناقب)

تاجدارِ اہل سنت حضرت شیخ عبد الحمید محمد سالم قادری بدایونی

۲۹۔ مولانا فیض احمد بدایونی اور جنگ آزادی ۱۸۵۷ء (ہندی)

محمد تنویر خان قادری بدایونی

۳۰۔ سیرت مصطفیٰ (ﷺ) **کی جھلکیاں** (ہندی) محمد تنویر خان قادری بدایونی

۳۱۔ پیغمبرِ اسلام کا مہان ویکتتو (ہندی) محمد تنویر خان قادری بدایونی

عنقریب منظر عام پر آنے والی کتابیں

سیف الجبار

سیف اللہ المسلول مولانا شاہ فضل رسول قادری بدایونی

تخریج و تحقیق: مولانا اسید الحق قادری

المقامة البغدادية (عربی دیوان)

مولانا فیض احمد قادری بدایونی

الدرر السنية

شیخ احمد بن زینی دحلان مکی

ترجمہ: مفتی حبیب الرحمٰن قادری بدایونی

نگارشات محب احمد

علامہ محبّ احمد قادری بدایونی

ترتیب و تحقیق: مولانا اسید الحق قادری

احوال و مقامات

مولانا محمد عبد الہادی قادری بدایونی

ترتیب و تلخیص: مولانا اسید الحق قادری